تبصرہ

بر

تاریخ خطیب بغدادی

از

نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا محمد حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی

باہتمام محمد مقتدیٰ خان شروانی

شروانی پرنٹنگ پریس علی گڑھ میں چھپا ۱۳۵۶ھ ۱۹۳۷ء

[ایک ہزار جلد]
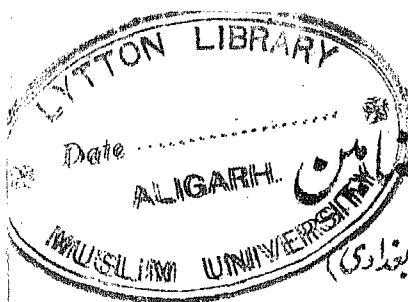
فہرست مضامین
(تاریخ خطیب بغدادی)

تاریخِ خطیبِ بغدادی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین:

اس دورِ قحط الرجال کی (جبکہ بقیۂ نقیۂ رجالِ علم بھی علمی مجلسوں کو خالی کر رہے ہیں) یہ بڑی سعادت ہے کہ وہ اعلیٰ اسلامی تصانیف جن کو زمانے کی آنکھیں صدیوں سے ترس رہی تھیں، اور جن کے نام صرف کتابوں میں رہ گئے تھے یکے بعد دیگرے شائع ہو کر دل و دماغ کو منور کر رہی ہیں۔ تاریخ کے سلسلے کو ملاحظہ کیجئے۔ مثالاً۔ تاریخ ابن جریر طبری عرصہ ہوا طبع ہو چکی، حافظ ابن عساکر کی تاریخ کے اجزا شائع ہوئے، حال میں تاریخ خطیب بغدادی مصر سے آئی، طباعت کی ان خوبیوں کو لئے ہوئے جن پر بیروت کے بہترین مطبعے رشک کریں، اہتمام صحت کے ساتھ ضروری تحشی بھی ہے، رجال کی فہرست دی ہے، ہر صفحے پر سطروں کا شمار ہے۔ اس تاریخ کی چودہ جلدیں ہیں، کل صفحات ۶۴۱۱ ہیں۔ تعجب ہے کہ مطبع نے ہر جلد کی لوح پر جلدوں کی تعداد ۱۲ اور صفحات کی تعداد ۴۸۰۰ لکھی ہے، انتہا

یہ کہ چودھویں جلد کی لوح پر بھی یہی اطلاع درج ہے۔

اس تاریخ کا خلاصہ بھی کیا گیا تھا، اس کا ایک قلمی نسخہ میرے یہاں ہے۔ یہ خلاصہ فلسکیپ کے ۳۰۱ صفحات پر ختم ہوا ہے۔ خلاصہ نگار قاضی ابونعیم مسعود بن محمد بخاری حنفی المتوفی سنہ ۴۹۱ھ خطیب کے شاگرد ہیں۔ دیباچہ میں تاریخ خطیب کی تعریف کرکے لکھتے ہیں کہ "طویل زیادہ ہے، اس لئے میں نے منتخب رجال کے (بہ ترتیب اصل کتاب) حالات، شعر، حدیث، حکایت حسب سند خود مختصراً نقل کئے ہیں۔" واضح ہو کہ کل رجال خلاصہ کی تعداد چند صد سے متجاوز نہ ہوگی، منتخب شعر وغیرہ مستقل عنوان ہیں۔

بستان المحدثین سے واضح ہوتا ہے کہ تاریخ خطیب کا کوئی حصہ شاہ صاحب کے پیش نظر بھی تھا مگر مطبوعہ نسخہ کو دیکھ کر یہ یقین مشکل ہے کہ کونسا جز کتاب تھا، عبارت بستان کا ترجمہ یہ ہے۔

"تاریخ بغداد خطیب بغدادی کی تصانیف میں سے ہے، اس کے جز ثانی کے شروع میں مناقب بغداد اور اس مبارک بنیاد کی بزرگی اور اس کے باشندوں کے محاسن اخلاق درج کئے ہیں۔"

اس کے بعد بغداد کی دونوں نہروں کا جو دجلہ اور فرات ہیں ذکر کیا ہے، بخاری کے حالات شرح و بسط کے ساتھ لکھے ہیں، محمد بن عبدالرحمن بن ابی ذئب کے احوال تک کتاب کا ایک ربع ختم ہو جاتا ہے پہلی اسناد اس کی یہ

ہی: "حافظ ابوبکر نے کہا ہے کہ ہم کو عبد العزیز ابن ابی الحسن القرمیسینی نے خبر دی" الخ
اس کے بعد چند شعر مدح بغداد کے نقل کئے ہیں جن کا پہلا شعر ہے ؎

فدیً لک یا بغداد کل قبیلة من الارض حتی خطتی ودیاریا

مطبوعہ نسخہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مناقب بغداد جلد اول کے ابتدا میں ہیں، علیٰ ہذا القیاس دجلہ و فرات کا ذکر۔ امام بخاری کا ذکر جلد دوم کے آغاز میں ہی محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی ذئب کا ذکر اسی جلد کے تین ربع ختم ہونے پر شروع ہوتا ہی۔ اب سوال یہ ہے کہ شاہ صاحب کے ملاحظے میں کونسی جلد تھی، بظاہر جلد اول و دوم کا مجموعہ تھا، اس صورت میں ابن ابی ذئب کے ذکر تک ربع کتاب ختم ہونے کا کیا مطلب ہوگا۔

خطیب بغدادی | نام احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی بغدادی کنیت ابوبکر ۳۹۲ھ میں بمقام درزنجان پیدا ہوئے جو عراق کا ایک قریہ تھا، ان کے والد قریۂ مذکور میں خطیب تھے، اور فی الجملہ علم آشنا، باپ کی تحریص سے بیٹے نے تحصیل علم شروع کی گیارہ برس کی عمر تھی کہ والد نے ان کو حدیث سنوانی شروع کر دی تھی، اس کے بعد خطیب نے اپنی محنت سے اقلیم در اقلیم سیاحت کرکے علم حاصل کیا، جملہ فنون حدیث میں امام وقت ہوگئے۔ حافظ ابونعیم ان کے مشائخ میں ہیں، حافظ ابن ماکولا شاگرد، حافظ ابن عساکر جو بیس شاگرد وں کے شاگرد، خطیب کا شمار کبار شافعیہ میں ہی، فقہ ابن المحاملی اور قاضی ابوالطیب

سے حاصل کی اس پر اتفاق ہے کہ دار قطنی کے بعد علوم حدیث کا ماہر ان سے بڑھ کر نہیں ہوا، حفاظ کا ان پر خاتمہ ہو گیا، صاحب ہیبت باوقار اور ثقہ تھے۔ خط پاکیزہ تھا، کثیر الضبط، فصیح البیان، آواز بلند تھی، جو روایت حدیث کے وقت جامع منصور کے آخری حصے میں سنی جاتی تھی۔ ستی کریمہ کے سامنے صحیح بخاری مکہ مکرمہ میں پانچ دن میں پڑھی، عمر کا زیادہ حصہ بغداد میں صرف کیا، حاضری حرم کے وقت زمزم پی کر تین دعائیں کیں، بغداد میں اپنی تاریخ کی روایت کریں، جامع منصور میں روایت حدیث کریں، حضرت بشر حافی کے پہلو میں دفن ہوں، تینوں دعائیں قبول ہوئیں۔

سفر حج میں شام تک قریب غروب ایک قرآن ترتیل کے ساتھ ختم کر لیتے تھے، اس کے بعد لوگ جمع ہو کر روایت حدیث کی التجا کرتے، خطیب سواری میں بیٹھ کر روایت حدیث کرتے (عرب میں سفر شب کو ہوتا ہے) ایک بار کسی نے ان کو دیکھ کر کہا تم حافظ ابو بکر خطیب ہو، فرمایا میں ابو بکر خطیب ہوں، حفظ حدیث دار قطنی پر ختم ہو گیا۔ چلتے چلتے کتاب کا مطالعہ کرتے جاتے، حنبلیوں کی سختی سے تکلیف اٹھائی، تصانیف کی تعداد ۵۶ ہے (تفصیل ملاحظہ ہو تذکرۂ ذہبی میں)۔

بہت دولتمند تھے، اہل علم اور علم کی خدمت میں بڑی بڑی رقمیں خرچ کیں، عقائد میں مذہب ابو الحسن اشعری کے پیرو تھے جو بقول امام سبکی محدثین کا مذہب قدیماً و حدیثاً رہا ہے۔

ایک بار شیخ ابو اسحاق شیرازی کے درس میں حاضر ہوئے، شیخ نے ایک حدیث بحر بن کثیر السقا سے روایت کی بعد روایت خطیب کی جانب متوجہ ہو کر کہا ان کی نسبت کیا کہتے ہو، کہا اجازت ہو تو حال بیان کروں، یہ سن کر شیخ ان کے سامنے سنبھل کر شاگرد کی طرح بیٹھ گئے، خطیب نے اس شرح وبسط سے حال بیان کیا کہ اس کو سن کو شیخ ابو اسحاق نے کہا کہ خطیب اپنے وقت کے دارقطنی ہیں۔

اکہتر برس کی عمر پاکر سنہ ۴۶۳ھ میں انتقال کیا، نماز جنازہ ابوالحسن ابن المہتدی نے پڑھائی، شیخ ابو اسحٰق شیرازی نے جنازہ کو کندھا دیا، حضرت بشر حافی کے پہلو میں دفن ہوئے رضی اللہ عنہ۔ وفات سے پہلے کتابیں وقف کردیں، مال و دولت خلیفہ کی اجازت لیکر تقسیم کردی، چونکہ کوئی وارث نہ تھا لہذا متروکہ حق بیت المال ہوتا، اجازت یوں ضروری تھی۔

(ماخوذ از تذکرۃ الحفاظ ذہبی وطبقات سبکی)

تاریخ خطیب | جیسا کہ اوپر لکھا گیا تاریخ چودہ جلدوں میں ہے، مصر سے سنہ ۱۳۴۹ھ میں اشاعت شروع ہوئی، بغداد کے حالات و واقعات آغاز بنیاد سے سنہ ۴۶۳ھ تک لکھے ہیں اور یہ زمانہ (جیسا کہ لوح کتاب پر بھی لکھا ہے) بغداد کی اقبالمندی کا زمانہ ہے۔ خطیب دیباچہ میں لکھتے ہیں "یہ کتاب مدینۃ الاسلام کی تاریخ ہے جس میں اس کی آبادی کا ذکر ہے، اس کے کبراء ساکنین،

وارد بن او علما کا تذکرہ ہے، اپنے علم و معرفت کی حد تک میں نے اس میں حالات لکھدئیے ہیں،" اس عہد کے دستور کے مطابق حالات و واقعات لبسلسلۂ روایت لکھے ہیں، سب سے اوّل بروایت یونس امام شافعی کا قول ہے، یونس سے پوچھا تم بغداد گئے ہو؟ نفی میں جواب سن کر فرمایا مارأیت الدنیا تم نے دنیا نہیں دیکھی۔

تاریخ خطیب جس طرح بہترین زمانے کی تاریخ ہے، اسی طرح طرز بیان کے لحاظ سے مسلمان مورخین کی تصنیف کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ الفاظ بقدر معانی استعمال کئے ہیں، عبارت آرائی و مدح طرازی کا نام نہیں، بیان صاف اور متین ہے، جرح و تعدیل دونوں بے لاگ ہیں، اگرچہ بعض معرکۃ الآرا مقامات میں قوتِ فیصلہ کی کمی نمایاں ہے، محدثانہ روایات ہیں، ادیبانہ مبالغہ، منطقیانہ تذبذب پاس نہیں۔

روش تاریخ مروجہ طریقہ سے علیحدہ ہے، بجائے خلفاء و امراء کو مستقل موضوع قرار دیکر ان کے حالات بیان کرنے کے رجالِ تاریخ کا ذکر بہ ترتیب حروف تہجی کیا ہے، اسی سلسلہ میں اپنے اپنے موقع سے خلفاء و امرا بھی آجاتے ہیں، رجال کے سلسلے میں ہر فن اور علم کے ماہرین مذکور ہیں، مفسرین محدثین و فقہاء سے لیکر شعراء و مغنیین و اہلِ صنعت تک سب ہی کا ذکر ہے، اس طرح ۷۸۳۱ مشاہیر رجال کا تذکرہ ہے۔

چونکہ یہ زمانہ مجتہدانہ قوت کا تھا اس لئے اکابر امت سب ہی اس سلسلے میں آ گئے ہیں، مگر وہ حضرات جو بعد کو ہوئے ابتدائی چند بابوں میں مختلف فقہی مسائل سے محدثانہ و فقیہانہ بحث کی ہے، مثلاً زمین بغداد کی بیع و شرا اور اس کی پیداوار کا کیا حکم ہے، چونکہ حضرت عمرؓ نے سواد (عراق) کی زمین کو مسلمانوں کے حق میں وقف فرما دیا تھا اس لئے اس پر مالکانہ قبض و تصرف فقہا کے ایک گروہ کے نزدیک ناجائز و مکروہ تھا امام احمد بن حنبلؒ سے کسی نے تقویٰ کے متعلق کوئی مسئلہ پوچھا تو فرمایا استغفر اللہ! میرے لئے ورع و تقویٰ کے مسائل پر گفتگو کرنی درست نہیں اس لئے کہ میں بغداد کی پیداوار کھاتا ہوں، بشر بن الحارث (حافی) ہوتے تو وہ تم کو جواب دے سکتے صلحا کو اسی لئے بغداد کی سکونت میں کلام تھا، اس بحث پر موافق و مخالف دونوں پہلوؤں سے بسیط بحث کی ہے فیصلہ جواز کے حق میں دیا ہے، دوسرے باب میں یہ بحث ہے کہ حضرت عمرؓ نے ارض سواد فاتحین میں تقسیم کیوں نہیں فرمایا، اسی سلسلے میں عہد فاروقی کے بندوبست اراضی کا ذکر آتا ہے جو حضرت عثمان بن حنیف صحابی نے کیا تھا اس بیان میں بندوبست شدہ اراضی کی شرح لگان، اقسام پیداوار، تعداد رقبہ سب کچھ آ جاتا ہے، لگان صرف قابل زراعت اراضی پر تھا، مکانوں وغیرہ پر ٹیکس نہ تھا، دوکانوں پر ٹیکس مہدی خلیفہ نے لگایا سنہ ۱۶۷ھ میں۔

اسی سلسلے میں ایک باب اُن روایتوں پر ہے جو عراق کی بُرائی پر ہیں اور
بعد بیان ان کی تنقیح کرکے ضعیف قرار دیا ہے۔ اس کے بعد مناقب عراق اور
اہل عراق کی صفات کا بیان ہے، عراق کی آب و ہوا کے اعتدال کی تعریف ہے، اہل عراق
کی عقل و اخلاق کی تعریف ہے، اس کے ساکنین کی خدمت حدیث کا بیان ہے، فرماتے ہیں
کہ "محدثین بغداد کا دامن وضع حدیث اور کذب روایت کی شر سے پاک ہے، بخلاف اہل کوفہ و خراسان
کہ ان کی احادیث موضوعہ اور اسانید مصنوعہ پر جلدیں کی جلدیں لکھی گئی ہیں"۔ ایک قول لکھا ہے "علم
حجازی، اخلاق عراقی، طاعت شامی جب کسی شخص میں جمع ہوں تو وہ کامل
ہے"۔ دوسرا قول اذا خرجت من العراق فالدنیا کلہا رستاق۔ جب تم عراق
سے نکل آئے تو ساری دنیا دیہات ہے۔ یوم جمعہ بغداد کا تراویح مکہ کی عید طرسوس کی مشہور تھی

بغداد اس مقام کا قدیم نام بغداد تھا، بغداد کی وجہ تسمیہ یہ لکھی ہے کہ بغ
اہلِ مشرق کے ایک بت کا نام تھا، داد بمعنی عطیہ یعنی بغ دیوتا کا بخشا ہوا،
اسی لئے اگلے زمانے میں فقہا اس نام کا استعمال مکروہ خیال کرتے تھے، اب
بغداد، بغداد شریف ہے یہ ہے ارباب صلاح اور اہل دل کی گرمی تاثیر، بغداد
کو بغدان اور مغدان بھی کہتے تھے (کیا دان اس میں ہندی کا لفظ خیرات
کے معنی میں ہے) ایک وجہ تسمیہ میں بغ کو باغ کا مخفف بھی بیان کیا ہے اور داد
ایک آدمی کا نام۔ اس صورت میں نام بغداد تھا اس نام کے استعمال میں فقہا
کو کراہت نہ تھی۔

منصور نے جس موقع پر مدینۃ السلام آباد کیا وہاں اہل بغداد کا ایک فرقہ تھا جس کا نام المبدعر، کہ تھا ساٹھ آدمی اس کے مالک تھے منصور نے ان کو معاوضہ دیکر رضامند کیا اور اسی مقام پر نیا شہر آباد کیا، چونکہ شہر دجلہ کے کنارہ بسایا گیا اور دجلہ کا نام وادی السلام و قصر السلام تھا اس مناسبت سے شہر جدید کا نام مدینۃ السلام رکھا گیا۔

خلافت بنی عباس جن اثرات کے تحت بنو امیہ کے مقابلے میں قائم و کامیاب ہوئی ان کا اقتضا یہی تھا کہ اس کا دار الخلافہ و مرکز عراق میں ہوتا، اسی لئے عبد اللہ السفاح اول خلیفۂ عباسی (۱۳۲-۱۳۶ھ) نے دار الخلافہ پہلے کوفہ میں بنا کر اس کا نام ہاشمیہ رکھا ۱۳۴ھ میں انبار کو دار الخلافہ قرار دیکر ہاشمیہ سے موسوم کیا وہیں سفاح کی وفات و تدفین ہوئی اور وہیں منصور کی بیعت (معجم البلدان)۔

مدینۃ السلام کی بنیاد ۱۴۵ھ میں رکھی گئی ۱۴۶ھ میں شاہی عمارتوں کا اس قدر حصہ تیار ہو گیا کہ منصور مع لشکر اور خزانے کے ہاشمیہ سے منتقل ہو کر وہاں آ گیا سلسلۂ تعمیر ۱۴۹ھ تک جاری رہا سنہ مذکور میں چار دیواری تیار ہونے پر کام ختم ہو گیا، مصارف تعمیر چالیس لاکھ آٹھ سو درم ہوئے، طریقہ تعمیر یہ تھا کہ اول تمام ممالک خلافت سے ہر قسم کے کاریگر مثلاً انجینیر، مہندس، معمار، نجار، لوہار وغیرہ فراہم کئے گئے، ان کی تنخواہیں مقرر کیں، اس طرح ہزاروں آدمی

جمع ہونے پر انجینیروں کو اپنا ذہنی نقشہ سمجھایا، انہوں نے اس کے مطابق داغ بیل کی، شہر کا نقشہ مدور قرار دیا گیا، اس اہتمام سے تعمیر شروع ہو کر پانچ سال میں ختم ہو گئی، عجمیت کا اثر یہ بھی تھا کہ ساعت نوبخت منجم نے تجویز کی۔ یہاں تعمیر کے ضمن میں بہت سے مفید مباحث آجاتے ہیں، مثلاً معماروں وغیرہ کی شرح تنخواہ، اس کی مناسبت سے اس عہد میں اجناس کا نرخ، مدینۃ السلام کی پیمائش، اس کے دروازے، مساجد، پل، مقابر، نہریں وغیرہ۔

تعمیر کے بعد جو ترمیمیں خود منصور نے کیں ان کا ذکر ہے، بازار پہلے محلات شاہی کے زیادہ قریب تھے، دور ہٹا کر آباد کئے گئے اس طرح کرخ کی آبادی وجود میں آئی، سڑکیں چوڑی کی گئیں، سب سے زیادہ چوڑی سڑک چالیس ذراع (ہاتھ) چوڑی تھی، تقریباً ۰، ۶ فٹ کرخ کے بعد رصافہ ولیعہد مہدی کے لئے آباد کیا، یہ ۱۵۱ھ کا واقعہ ہے۔ اسی طرح عہد بہ عہد کے اضافے بیان کئے ہیں، اسی ضمن میں عروج تکلفات کا وہ منظر سامنے آجاتا ہے جبکہ المقتدر کے عہد (۳۰۵ھ) میں سفیر روم کی آمد میں شہر آراستہ کیا گیا تھا، تفصیل کا شوق ہو تو اصل کتاب دیکھو۔

اُن مقابر کے بیان میں جو علما و صلحا کے لئے مخصوص تھے جداگانہ مستقل باب ہیں، سب سے اول مقابر قریش کا بیان ہے جہاں حضرت موسیٰ کاظم کا مزار تھا، یہی مقام اب کاظمین ہے، ابو علی الخلال کا قول نقل کیا ہے "ما ھمنی

۲مرفقصدت قبر موسی بن جعفر فتوسلت بہ الا سھل اللہ تعالیٰ لی ما احبّ
جب مجھ کو کوئی مشکل پیش آتی اور میں موسیٰ بن جعفر کی قبر پر حاضر ہو کر ان کے توسل
سے دعا کرتا تو اللہ تعالیٰ میری مراد برلاتا۔

باب حرب کے مقبرے میں امام احمد بن حنبل اور حضرت بشر حافی مدفون
تھے۔ اسی سلسلے میں دو روایتیں ہیں، امام احمد بن حنبل کی وفات کے بعد
کسی نے خواب میں دیکھا کہ ہر قبر پر ایک قندیل روشن ہی پوچھا یہ کیا ہی جواب
"تم کو معلوم نہیں؟ امام احمد بن حنبل کی آمد کے سلسلے میں یہ قبریں پر نور ہوئی
ہیں، جو عذاب میں تھے ان پر رحم فرمایا گیا" خاکسار کہتا ہی کہ جوانمرد امام کا
استقبال اسی شان سے ہوتا تھا، رضی اللہ عنہ۔

دوسری روایت حضرت بشر حافی کے وصال کے متعلق ہے ایک راوی
کا بیان ہی کہ میں نے اپنے ایک پڑوسی کو بعد وفات دو حلے پہنے ہوئے دیکھا
استفسار پر کہا کہ ہماری قبرستان میں بشر بن الحارث دفن ہوئے ہیں، اس
سلسلے میں تمام اہل مقبرہ کو دو دو حلے عطا ہوئے ہیں، قدس سرہ۔

حضرت معروف کرخی کی قبر باب الابرز کے مقبرے میں تھی، اس کی نسبت
لکھا ہی، قبر معروف مجرب بقضاء الحوائج، سو مرتبہ قل ہو اللہ پڑھ کر جو دعا
ان کی قبر کے قریب کی جائے مقبول ہوتی ہی۔

مقبرہ خیزران میں محمد بن اسحٰق رح مصنف سیرۃ مدفون تھے، نیز امام اعظم ابو حنیفہ رض

امام اعظم کی قبر کے متعلق امام شافعی کی ایک روایت لکھی ہے، علی بن میمون (شاگرد امام شافعیؒ) روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے شافعی نے کہا، انی لاتبرک بابی حنیفة واجیٔی الی قبرہ فی کل یوم لقبرہٖ زائراً فاذا عرضت لی حاجة صلیت رکعتین وجئت الی قبرہ وسألت اللہ تعالیٰ الحاجة عندہٗ فما تبعد عنی حتی تقضیٰ، میں ابوحنیفہ کے توسل سے برکت حاصل کرتا ہوں ہر روز ان کی قبر کی زیارت کو جاتا ہوں، جب کوئی حاجت پیش آجاتی ہے دو رکعت نماز پڑھ کر ان کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں، دعا کے بعد مراد بر آتے ہیں دیر نہیں لگتی۔

یہ بیانات جلد اوّل کے صفحہ ۱۲۷ تک چلے جاتے ہیں، اس کے بعد مداین کا ذکر بوجہ قرب تام آتا ہے، ذکر مداین تقریب ہو جاتا ہے حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ذکر کی جن کے قدوم سے مداین مشرف ہوا، ان حضرات کی تعداد پچاس ہے، اسی شرف کی وجہ سے مداین کا ذکر دیگر قصبات متصلۂ بغداد مثلاً نہروان، انبار وغیرہ سے پہلے کیا ہے۔

سب سے اوّل ذکر ہے حضرت امیر المومنین علی کا، سب سے آخر میں عبداللہ الحارث کا، ذکر مداین بھی باعث ہوا ہے تاریخ خطیب میں حضرات صحابہؓ کے ذکر مبارک کے آنے کا ورنہ بغداد میں کسی صحابی کی آمد ثابت نہیں۔

حضرت علیؓ کے مدفن کی بحث بسیط ہے، راوی نے امام ابوجعفر محمد بن علی

(امام باقر) سے پوچھا کہ حضرت علی کہاں دفن ہوئے تو کہا بالکوفۃ لیلا وقد غبی عنی قبرہ، کوفہ میں شب کو اور مجھ کو ان کے قبر کا حال نہیں معلوم محمد بن سعد کی روایت ہے کہ کوفے میں مسجد جامع کے قریب قصر الامارۃ میں دفن ہوئے۔

عبدالملک راوی کا بیان ہے کہ میں حافظ ابو نعیم کے پاس بیٹھا تھا کہ کچھ سوار وہاں سے گذرے، میں نے کہا یہ لوگ کہاں جاتے ہیں کسی نے کہا علی بن ابی طالب کے مزار کو جاتے ہیں، حافظ ابونعیم نے میری طرف مخاطب ہو کر کہا کذبوا نقلہ ابنہ حسن الی المدینۃ یہ لوگ کاذب ہیں ان کو ان کے بیٹے حسن نے مدینہ منتقل کر دیا ہے۔ شریک کا یہ قول حدیث بغوی میں ہے، نقلہ واللہ الحسن بن علی الی المدینۃ، واللہ حسن بن علی نے ان کو مدینہ منتقل کر دیا، اس مضمون کی اور متعدد روایتیں ہیں۔

حافظ ابونعیم سے خطیب نے روایت کی ہے کہ ابوجعفر الحضرمی اس کے منکر تھے کہ جو مصنوعی قبر کوفے کی بلندی پر ہے وہ حضرت علی کی قبر ہو اور یہ بھی کہتے تھے کہ شیعوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ قبر کس کی ہے تو وہ سنگسار کر دیں گے، یہ قبر مغیرہ بن شعبہ کی ہے اگر یہ قبر علی کی ہوتی تو میں اس کو اپنا ملجا وماوی بنا لیتا۔

حضرت امام حسین کی قبر کے متعلق لکھا ہے احمد بن سعید الحمال سے روایت ہے سألت ابا نعیم عن زیارۃ قبر الحسین فکانہ انکر ان یعلم این قبرہ۔

میں نے ابونعیم سے زیارۃ قبر حسین کی بابت دریافت کیا تو ان کے بیان سے ایسا معلوم ہوا کہ ان کو اس کا علم نہ تھا کہ ان کی قبر کہاں ہے صحابۂ کرام کے سلسلے میں پانچواں نمبر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ذکر کا ہے، انکے ذکر میں لکھا ہے، حضرت عمرؓ نے ان کو کوفہ قرآن اور شرائع و احکام کی تعلیم کے لئے بھیجا فبث عبداللہ فیھم علما کثیرا وفقّہ منھم جما غفیرا، کوفہ پہونچکر عبداللہ نے کوفیوں میں بکثرت علم پھیلایا، اور ایک گروہ کثیر ان کی تعلیم سے فقیہ بنا۔ خاکسار کہتا ہے کہ یہی علم فقہ حنفی کی بنیاد ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ کے اخلاقِ اسلامی کی وسعت کا ایک واقعہ ہر زمانے میں شمعِ ہدایت بن سکتا ہے۔ علقمہ راوی ہیں کہ میں عبداللہ بن مسعود کے ساتھ مدائن سے نکلا، راستے میں ایک مجوسی بھی ہمارے ساتھ ہولیا، آگے چل کر عبداللہ بن مسعود کسی ضرورت سے ہم سے الگ ہوگئے، واپس آئے تو مجوسی دوسرے راستے پر جا چکا تھا، یہ دیکھ کر اس راستے پر جاکر اس سے ملے اور سلام کیا اور فرمایا ان للصحبۃ حقا رفاقت کا بڑا حق ہے، کاش اس واقعے کو سن کر ہمارے سینے کشادہ ہوجائیں۔

تراجم | صحابۂ کرام کا ذکر صفحہ ۲۱۲ پر ختم ہونے پر کتاب اپنے موضوع کی طرف رجوع کرتی ہے، اور اہلِ بغداد کا ذکر شروع ہوتا ہے خطیب لکھتے ہیں اس سلسلے میں خلفاء، اشراف، کبراء، قضاۃ، فقہا، محدثین، قراء، زہاد، صلحاء،

متادبین، شعرائے اہل مدینۃ السلام کا مذکور ہے، اہل مدینۃ السلام سے وہ مراد ہیں جو وہاں پیدا ہوئے یا دوسری جگہ سے آکر وہاں بسے اُن کا بھی ذکر ہی جو بغداد چھوڑ کر دوسری جگہ فوت ہوئے، وہ بھی مذکور ہیں جو اس کی نواح قریب میں ساکن تھے یا وہاں آکر رہے، ان کی کنیت، ان کا نسب، مشہور واقعات، حسب، اخبار نیک، مدۃ عمر، تاریخ وفات، حالات بقدر اپنی معرفت وعلم کے درج کئے ہیں، اسی کے ساتھ ان کے متعلق ثنا ومدح وذم وقدح قبول ورد اور تعدیل وجرح کے جو الفاظ محفوظ ہیں وہ نقل کر دیئے ہیں، اور حروف معجم کی ترتیب ملحوظ ہی تاکہ مطلب بآسانی حاصل ہو سکے، بعض اوقات کسی بلند پایہ کتاب میں کوئی اہم مضمون نظر سے گذرا دوسرے وقت تلاش کیا، بہت وقت صرف کیا، نہ ملا، چھوڑ دیا، حالانکہ ضرورت وحاجت باقی رہی، اسی لئے حروف تہجی کی ترتیب اختیار کی۔

نام مبارک سے برکت حاصل کرنے کے لحاظ سے اوّل ان صاحبوں کا ذکر ہی جن کا نام محمد تھا، اس کے بعد حروف تہجی کی پابندی کی ہے، اسی ضمن میں حافظ تیمی کا قول نقل کیا ہی کہ طالب حدیث پر لازم ہے کہ سب سے اوّل اپنے شہر کی کتب حدیث اور ان کے مولفین کے حال سے آغاز کرے، ان کی فہم میں ملکۂ تامّہ بہم پہنچائے جس سے صحیح وسقیم وغیرہ کی معرفت تامّہ حاصل ہو، اس کے بعد دوسرے شہروں کو لے۔

رجال تذکرے کے حالات کے ضمن میں بڑے بڑے علمی دقائق و مباحث مجتہدانہ و محدثانہ قوت کے ساتھ حل ہوتے جاتے ہیں، جن سے علما استفادہ کر سکتے ہیں، کاش اہلِ مطبع مطالب کی فہرست بھی مرتب کر سکتے جس طرح یورپ میں ہوتا ہے۔

اسمِ مبارک سے مسمّٰی مشاہیر کے ۱۵۰۰ تذکرے تین جلدوں میں آئے ہیں، چوتھی جلد احمد نامی مشاہیر سے شروع ہوتی ہے۔

ہم چند تذکروں کا خلاصہ لکھ کر اس عہد کے علماء کا پایۂ بلند دکھانا چاہتے ہیں، خصوصاً یہ کہ یونانیت سے اذہان کے مغلوب ہو جانے سے قبل ہمارے علم و علما کی کیا شان تھی۔

سب سے اول ذکر محمد بن اسحٰق سیرۃ نگار کا ہے، اور یہ (بقول مولف) اس وجہ سے کہ ان سے زیادہ کوئی اور اکبر سن، اعلیٰ اسناد، اقدم موت نہ تھا، ورنہ حروف تہجی کے رعایت کے اعتبار سے محمد بن احمد کا ترجمہ پہلے آتا، واضح ہو کہ محمد بن اسحٰق صاحبِ سیرۃ کے تذکرے کی مناسبت سے تمام وہ مشاہیر جن کے باپ کا نام اسحٰق تھا، اسی سلسلے میں آ گئے ہیں، اس طرح یہ سلسلہ ۱۵ سے شروع ہو کر ۹۶ پر ختم ہوتا ہے، ۹۷ نمبر سے محمد بن احمد کا آغاز ہے آمدم برسرِ مطلب

محمد بن اسحٰق صاحبِ سیرۃ

محمد بن اسحٰق صاحب سیرۃ کی کنیت بقول قوی ابوبکر ہے، ابو عبداللہ قول ضعیف ہے۔ صحابۂ کرام میں حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھا،

اکابر تابعین سے روایت کی ہے، مثلاً حضرت نافع زہری، قاسم بن محمد، امام محمد باقرؒ۔ ائمہ علماء نے ان سے روایت کی ہے، مثلاً یحییٰ بن سعید، سفیان ثوری، شعبہ، حماد بن سلمہ، سفیان بن عیینہ وغیرہم۔ بغداد آکر مقیم ہوئے، وہیں مقبرۃ الخیزران میں مدفون ہوئے۔ بعض کے نزدیک فارسی الاصل ہیں، بعض کی روایت میں عربی۔ موسیٰ بن جسار حضرت ابوہریرہؓ کے راوی ان کے چچا تھے۔ ان کی جرح تعدیل کے متعلق طویل بحث ہے، ان کے ثقہ اور صادق ہونے پر اکابر کا اتفاق نقل کیا ہے۔

اسی سلسلے میں امام مالکؒ کی جرح کے مالہ و ماعلیہ سے محققانہ بسیط بحث کی ہے کہ محققین کے نزدیک امام مالک کی جرح کا کیا پایہ ہے۔ تالیف سیرۃ کی وجہ ایک روایت سے یہ بیان کی ہے کہ ابن اسحٰق ایک روز خلیفہ مہدی کے یہاں گئے، اس وقت خلیفہ کے پاس ایک لڑکا بیٹھا ہوا تھا، مہدی نے پوچھا جانتے ہو یہ کون ہے، کہا امیرالمومنین کے فرزند ہیں۔ خلیفہ نے کہا تو ان کے واسطے ایک تاریخ لکھو جس میں آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک کی تاریخ ہو، چنانچہ ابن اسحاق نے سیرۃ لکھی، مہدی نے دیکھ کر کہا طویل بہت ہوگئی، مختصر کرو، چنانچہ مختصر کی گئی، آج جو ان کی کتاب موجود ہے، وہ یہی مختصر ہے، پہلا طویل مسودہ امیرالمومنین کے خزانے میں رہا۔

یہ روایت بیان کرکے خطیب نے تصحیح کی ہے کہ بلحاظ واقعات یہ روایت

صحیح نہیں۔ ابن اسحٰق خلیفہ منصور کے پاس گئے ہوں گے، اور اُن کے پاس مہدی
ان کا فرزند ہوگا، مہدی کی خلافت کا آغاز سنہ ۱۵۸ھ میں ہوا، ابن اسحاق
کی وفات سنہ ۱۵۰ھ میں ہوئی۔ بعض نے ابن اسحاق کا سن وفات سنہ ۱۵۱ھ اور
سنہ ۱۵۲ھ بھی بیان کیا ہے۔

محمد بن ابراہیم ابوحمزۃ الصوفی | محمد[۲] بن ابراہیم ابوحمزۃ الصوفی، احمد بن حنبل، بشر بن الحارث
(الحافی)، سری سقطی کے صحبت یافتہ ہیں، علم قرأت کے عالم تھے، خصوصاً قرأت
ابوعمرو کے۔

امام احمد بن حنبل صوفی کہہ کر ان کو مخاطب فرماتے تھے، ماتقول فیہا یا
صوفی۔ سب سے اول اسرارِ تصوف انھوں نے بیان کئے چنانچہ خطیب نے روایت
کی ہے کہ بغداد میں جس نے سب سے اوّل صفا، ذکر، جمع ہمت، محبت، شوق، قرب،
انس پر کلام کیا ہے وہ ابوحمزہ ہیں، ان سے پہلے کسی نے علی رؤس الاشہاد یہ
مسائل بیان نہیں کئے۔ سنہ ۲۶۹ھ میں وفات پائی۔

امام بخاری | امام[۳] بخاری کے حالات میں تیس صفحے لکھے ہیں، جن میں حالات
کی پوری تفصیل ہے، خلق قرآن کے مسئلے پر بھی مفصل بحث ہے جس کی وجہ سے
امام بخاری کو آخر عمر میں دشواری پیش آئی۔

حلیہ ضعیف الجثہ۔ قد اوسط نہ طویل نہ قصیر، جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ
۱۳ شوال سنہ ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔ عید الفطر کی شب میں سنہ ۲۵۶ھ میں وفات

پائی، نماز ظہر کے بعد مدفون ہوئے کسی نے پوچھا کہ طلب حدیث کس طرح شروع کی فرمایا دس برس کی عمر میں مجھ کو الہام ہوا کہ حفظ حدیث کروں، اس وقت میں منشیوں میں کام سیکھتا تھا، اس کو چھوڑ کر میں تحصیل علم حدیث میں مشغول ہو گیا الداخلی وغیرہ کے یہاں جانا شروع کیا، ایک روز الداخلی نے کہا سفیان عن ابی الزبیر عن ابراہیم، میں نے کہا ابوالزبیر نے ابراہیم سے روایت نہیں کی، انہوں نے جھڑک دیا، میں نے کہا اصل تمہارے پاس ہی تو دیکھ لو، چنانچہ وہ گھر میں گئے، اصل کتاب دیکھ کر باہر آئے، مجھ سے پوچھا روایت کس طرح ہے، میں نے کہا "الزبیر بن عدی عن ابراہیم" یہ سن کر قلم میرے ہاتھ سے لیا اور اپنا نسخہ صحیح کر کے کہا تمہارا بیان صحیح ہے کسی نے پوچھا اس وقت کیا عمر تھی، فرمایا گیارہ سال کی سولہ برس کی عمر میں ابن مبارک، وکیع کی کتابیں حفظ کر کے سمجھنے لگے تھے، اسی سال اپنی والدہ اور بھائی کے ساتھ مکہ روانہ ہوئے حج کے بعد بھائی واپس گئے خود تحصیل حدیث کے واسطے وہاں رہ گئے۔ اٹھارہ برس کی عمر میں قضایا الصحابہ والتابعین اور ان کے اقاویل کی تصنیف شروع کر دی، اسی زمانے میں چاندنی راتوں میں التاریخ کی تصنیف قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر کی ان کا قول ہے کہ تاریخ میں جتنے نام آئے ہیں سب کے متعلق کوئی نہ کوئی قصہ مجھ کو معلوم تھا مگر میں نے زیادہ طوالت پسند نہیں کی فرمایا ہے میں نے تاریخ تین مرتبہ تصنیف کی ہے تاریخ کی تصنیف

کے بعد اس کا نسخہ اسحٰق بن راہویہ امیر عبد اللہ بن طاہر کے پاس لے گئے، اور کہا کیا سحر ہیں تم کو نہ دکھلاؤں، عبد اللہ بن طاہر دیکھ کر متعجب ہو گیا۔

جامع صحیح بخاری کی تالیف کی بابتہ ارشاد ہی کہ ایک مرتبہ میں اسحٰق بن راہویہ کے پاس تھا، بعض دوستوں نے کہا کاش تم سنن النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک مختصر لکھتے میرے دل میں یہ خیال جم گیا، اور میں نے جامع صحیح کا جمع کرنا شروع کر دیا، جامع میں صرف صحیح حدیث لکھی ہی، بہت سی حدیثیں طویل الحال ہونے کی وجہ سے چھوڑ بھی دی ہیں، ہر حدیث غسل کر کے لکھی ہی، تراجم کتاب مابین المنبر والقبر دو رکعت نماز پڑھ کر لکھے ہیں۔ فربری کا قول ہی کہ جامع صحیح کی روایت بخاری سے نوّے ہزار آدمیوں نے کی اب ان میں سے صرف میں باقی ہوں۔ رمضان المبارک میں دن میں افطار تک ایک بار کلام مجید ختم کر لیتے تھے، فرماتے تھے ہر ختم کے وقت دعا قبول ہوتی ہی، مسجد میں کسی نے امام بخاری کی ڈاڑھی میں سے تنکا نکال کر وہیں ڈال دیا، راوی کا بیان ہی کہ میں نے دیکھا کہ امام نے لوگوں کی نگاہ بچنے پر ہاتھ بڑھا کر اس کو اٹھا لیا اور آستین میں رکھ لیا مسجد سے باہر گئے تو اس کو لے جا کر باہر ڈال دیا۔ آج بہت سے بخاری خواں اس واقعے سے ادب آموز ہو سکتے ہیں۔

ایام طالب علمی میں چند روز درس میں حاضر نہ ہوئے، ساتھیوں نے تلاش کی تو معلوم ہوا کہ لباس پھٹ گیا عریانی کی وجہ سے خانہ نشیں ہیں۔ رفقا نے

لباس کا اہتمام کیا تو شامل درس ہوئے۔ ایک ساتھی کا بیان ہے کہ میں امام سفر میں راتوں کو امام بخاری کو دیکھتا تھا کہ شب میں پندرہ بیس مرتبہ اٹھتے چقماق سے آگ نکال کر بتی روشن کرتے حدیثوں پر نشان بناتے، پھر لیٹ جاتے۔ امام کا قول تھا کہ میرے نزدیک حامد اور ذام (مدح کرنے والا اور مذمت کرنے والا) یکساں ہے۔

کئی صفحوں پر امام کے فضائل اور اکابر کی رائیں اُن کے حق میں پھیلی ہوئی ہیں۔ امام مسلم بن حجاج ان کے سامنے اس طرح بیٹھتے جیسے لڑکا استاد کے سامنے۔ ایک موقع پر انھوں نے کہا، تم سے بغض سوائے حاسد کے کوئی نہیں کر سکتا، تمہارا مثل دنیا میں نہیں۔ ابومصعب المدینی کا قول ہے کہ امام بخاری ابن حنبل سے حدیث و فقہ میں بڑھے ہوئے ہیں، کسی نے سن کر کہا آپ نے حد سے تجاوز کیا، کہا اگر تم نے امام مالک کو دیکھا ہوتا تو تم ان کا اور بخاری کا چہرہ دیکھ کر بول اُٹھتے کہ یہ دونوں حدیث و فقہ میں برابر ہیں۔ امام بخاری کا ایک قول تھا کہ مجھ کو ایک لاکھ حدیث صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح حفظ یاد ہیں۔

وفات کے متعلق یہ واقعہ ہے کہ ابن آدم طواویسی نے روایت کی ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقام پر مع صحابہ کے قیام فرما ہیں۔ میں نے سلام کیا، جواب سے مشرف ہوا، عرض کی یہاں قیام کیوں ہے؟ فرمایا، محمد بن اسمٰعیل البخاری کے انتظار میں کھڑا ہوں، ان کا

بیان ہی کہ چندروز کے بعد امام بخاری کی وفات کی خبر پہنچی، حساب لگایا گیا تو وہی شب تھی جس شب کو خواب میں حضرت سرورِ عالم کو انتظار میں کھڑا دیکھا تھا، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

امام محمد | محمد بن الحسن بن الفرقد ابو عبداللہ الشیبانی، صاحب امام ابو حنیفہ و امام اہل الرائے، دراصل دمشقی ہیں، حرستا نامی قریہ کے باشندے، ان کے والد عراق آئے محمد واسط میں پیدا ہوئے، کوفہ میں نشو و نما پائی وہیں امام ابو حنیفہ مسعر بن کدام، سفیان ثوری وغیرہ سے علم سنا۔ سماع حدیث بکثرت کیا، نیز امام مالک، اوزاعی، اور امام ابی یوسف قاضی سے بغداد میں سکونت اختیار کی اور حدیث و فقہ کی روایت کی، امام شافعی، جوزجانی وغیرہ نے ان سے حدیث روایت کی ہی، ہارون رشید نے قاضی مقرر کیا۔ ان کے ساتھ خراسان گئے، بمقام رے انتقال کیا، وہیں مدفون ہیں اسی روز کسائی نے وفات پائی، ہارون رشید نے کہا میں نے آج لغۃ اور فقہ کو دفن کر دیا۔

پیدائش سنہ ۱۳۲ھ میں وفات سنہ ۱۸۹ھ میں عمر ۵۵ سال، اگرچہ حدیث کی سماعت کثیر تھی مگر رائے پر غور کیا، اسی کا غلبہ ہوا، اور اسی میں شہرت پائی۔

ان کا قول ہی کہ باپ نے تیس ہزار روپیہ [۳۰۰۰۰] چھوڑے تھے، میں نے پندرہ ہزار نحو اور شعر کی تحصیل میں اور پندرہ ہزار حدیث و فقہ کی تحصیل میں خرچ کر دیئے۔

امام شافعی نے امام محمد کا یہ قول نقل کیا ہی کہ میں تین برس سے زیادہ

امام مالک کے پاس رہا اور سات سو سے زیادہ ان سے حدیثیں سنیں۔ امام شافعی کا یہ بھی قول ہے کہ جب محمد بن حسن مالک سے روایت حدیث کرتے تھے تو کثرتِ سامعین سے گھر بھر جاتا گنجائش نہ رہتی، ایک موقع پر خلیفہ ہارون رشید کی آمد پر سب لوگ کھڑے ہوگئے، محمد بن حسن بیٹھے رہے، تھوڑی دیر کے بعد خلیفہ کے نقیب نے محمد بن حسن کو بلایا، ان کے شاگرد و احباب پریشان ہوئے، یہ خلیفہ کے سامنے پہنچے تو پوچھا کہ تم فلاں موقع پر کھڑے کیوں نہیں ہوئے کہا کہ جس طبقے میں خلیفہ نے مجھ کو قائم کیا ہے اس سے نکلنا میں نے پسند نہیں کیا، اہلِ علم کے طبقے سے نکل کر اہلِ خدمت کے طبقے میں آجانا پسند نہیں آیا۔ آپ کے ابن عم (یعنی آنحضرت صلعم) نے ارشاد فرمایا ہے، جو شخص اس بات کو محبوب رکھتا ہو کہ آدمی اس کے لئے کھڑے رہیں وہ اپنا مقام جہنم میں بنائے آپ کی مراد اس سے گروہ علما ہے، پس جو لوگ حقِ خدمت اور اعزاز شاہی خیال کرکے کھڑے ہوں تو یہ دشمن کے لئے ہیبت کا سامان ہوگا، اور جو بیٹھے رہے انھوں نے اتباعِ سنت کیا جو آپ کے خاندان سے لی گئی ہے، اور آپ کے لئے زینت ہے۔ ہارون رشید نے کہا سچ کہتے ہو، (ابن ابی ذئب کے بیان میں اس سے زیادہ شاندار واقعہ پڑھ ہوگے)۔

بیس برس کی عمر میں مسجد کوفہ میں علم کی تعلیم شروع کردی تھی، یحییٰ بن صالح کا قول ہے کہ مجھ سے ابن اکثم نے پوچھا تم نے مالک کو دیکھا ہے، ان سے حدیث

سنی ہی، محمد بن حسن کی صحبت میں رہے ہو کون زیادہ فقیہ تھا، انہوں نے کہا محمد بن حسن مالک سے افقہ ہیں۔ ابو عبید کا قول ہے کہ کتاب اللہ کا جاننے والا محمد بن حسن سے زیادہ کوئی نہ تھا۔ ربیع بن سلیمان نے امام شافعی کا قول نقل کیا ہی کہ اگر میں یہ کہنا چاہوں کہ قرآن محمد بن حسن کی لغت میں اترا ہے، تو محمد کی فصاحت کی بنیاد پر کہہ سکتا ہوں۔ مزنی نے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے کوئی موٹا آدمی محمد سے زیادہ سبک روح نہیں دیکھا، ان سے زیادہ فصیح بھی نہیں دیکھا، جب میں ان کو قرآن پڑھتے دیکھتا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ قرآن ان ہی کی لغت میں نازل ہوا ہے۔ ربیع بن سلیمان نے امام شافعی کا یہ قول بھی نقل کیا ہی کہ میں نے محمد بن حسن سے زیادہ عاقل آدمی نہیں دیکھا۔ یحییٰ بن معین کا قول ہی کہ جامع صغیر میں نے محمد بن حسن سے حاصل کرکے لکھی ہی، ربیع کا قول ہی کہ امام شافعی کا مقولہ تھا کہ میں نے محمد بن حسن سے ایک شتر بار کتابیں سیکھی ہیں۔ مزنی سے کسی نے پوچھا کہ ابو حنیفہ کے حق میں کیا کہتے ہو؟ کہا سیّدھم (ان کے سردار ہیں) کہا اور ابو یوسف کہا اتبعھم للحدیث (ان میں حدیث کے سب سے زیادہ تابع) کہا محمد بن حسن کہا اکثرھم تفریعاً (سب سے زیادہ مسائل نکالنے والے) کہا زفر کہا احدّھم قیاساً (قیاس میں سب سے زیادہ بہتر)

امام شافعی کا یہ بھی قول ہی کہ "فقہ کے معاملے میں سب سے زیادہ احسان مجھ پر محمد بن حسن کا ہے"۔ محمد بن حسن کا اپنے متعلقین کو یہ حکم تھا کہ مجھ سے دنیاوی

کوئی فرمائش نہ کرو، جو ضرورت ہو میرے مختار سے لے لو، تاکہ میرا قلب فارغ البال رہے اور میں بے فکر رہوں۔

ابن داؤد کا قول ہے کہ بصرہ والوں کا فخر چار کتابیں ہیں، جاحظ کی کتاب البیان والتبیین، نیز کتاب الحیوان، سیبویہ کی الکتاب، خلیل کی کتاب فی العین (آنکھ پر) ہمارا فخر ستائیس ہزار مسائل پر ہے، جو حلال وحرام کے متعلق ایک کوفی محمد بن حسن کے نتیجہ عمل ہیں، وہ لیسے قیاسی وعقلی ہیں کہ کسی انسان کو ان کا نہ جاننا روا نہیں۔

ابراہیم الحربی کا قول ہے کہ میں نے احمد بن حنبل سے سوال کیا کہ یہ مسائل دقیق تم کو کہاں سے حاصل ہوئے، کہا محمد بن حسن کی کتابوں سے۔

قاضی ابن رجار نے محمویہ سے (جو ابدال میں شمار ہوتے تھے) روایت کی ہے کہ میں نے بعد وفات محمد بن حسن کو خواب میں دیکھا، پوچھا ابا عبداللہ کیا گزری؟ کہا مجھ سے ارشاد ہوا "میں تم کو علم کا خزانہ نہ بناتا اگر تم کو عذاب دینے کا ارادہ رکھتا" میں نے کہا ابو یوسف کا کیا حال ہے کہا فوقی (مجھ سے بالاتر ہیں) میں نے پوچھا ابو حنیفہ کہا فوقہ بطبقات (ابو یوسف سے بہت سے طبقے اوپر)۔

خطیب نے امام محمد بن حسن کی بابتہ جرح بھی نقل کی ہے، جن میں بعض سخت ہیں، مگر اس قریباً ڈیڑھ ہزار برس کے زمانے میں ان کا مرامت نے

جو فیصلہ امام محمد کی عظمت کی بابتہ کیا ہی ظاہر ہے کہ اس کے مقابلے میں کوئی جرح قائم نہیں رہ سکتی۔ خطیب کا قول ہی کہ جو قول آخر میں نقل کروں وہ میری رائے ہے (تذکرۃ الحفاظ) چنانچہ محمویہ کا خواب جو سب سے اخیر میں نقل کیا ہی اس سے جرح تعدیل کا فیصلہ خطیب کی تنقید کے مطابق بھی ہوجاتا ہے۔

محمد بن جریر الطبری صاحب التفسیر والتاریخ	ولادت ۲۲۵ھ وفات ۳۱۰ھ عمر ۸۵ سال، عراق وشام اور مصر کی خلق کثیر سے علم حاصل کیا بغداد

میں آکر بسے اور وفات تک وہیں رہے۔ اُن ائمہ علما میں سے تھے جن کے قول پر فتویٰ دیا جاتا تھا، اور ان کی معرفت و فضل کی وجہ سے ان کی رائے مانی جاتی تھی۔ اتنے علوم کے جامع تھے کہ ان کے زمانے میں ان کی نظیر نہ تھی۔ کتاب اللہ کے حافظ تھے، قرأتوں کے ماہر معانی قرآنی میں صاحب بصیرت، احکام قرآن کے فقیہ، سنت اور اس کے طرق کے عالم نیز اس کے صحیح و سقیم و ناسخ و منسوخ کے۔ صحابہ و تابعین اور ان کے بعد کے علما کے اختلافی احکام و مسائل حلال و حرام کے عارف، تاریخ انسانی کے عارف تاریخ الملوک والامم میں ان کی تاریخ مشہور ہے۔ ایک کتاب تفسیر میں ہی جس کے مثل کسی نے تصنیف نہیں کی، ایک کتاب کا نام تہذیب الآثار رکھا تھا، اپنی نوعیت میں وہ بھی بے مثل تھی مگر تمام نہیں ہوئی۔ اصولِ فقہ و فروع میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں، بہت سے مسائل فقہ میں متفرد ہیں جو محفوظ ہیں، اقوال فقہا میں

اپنی رائے سے ترجیح بھی دی ہے سمعانی کی روایت ہے کہ ابن جریر نے چالیس برس تک روزانہ چالیس ورق لکھے ہیں (کل تعداد اوراق ۵ لاکھ ۸۴ ہزار ہوتی ہے، شروانی)

فقیہ ابوطاہر اسفرائینی کا قول تھا کہ اگر کوئی شخص چین تک تفسیر ابن جریر کے لئے سفر کرے تو کہا جا سکتا ہے کہ زیادہ سفر نہیں کیا۔

یہ بھی روایت ہے کہ ابن جریر طبری نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ آیا تم تفسیر قرآن سے خوش ہوگے، پوچھا کس قدر ہوگی؟ کہا تیس ہزار ورق شاگردوں نے کہا ختم ہونے سے پہلے عمریں ختم ہو جائیں گی، یہ سن کر تین ہزار ورق میں مختصر تصنیف کی، اس کے بعد پوچھا تاریخ عالم سے خوش ہوگے، جو آدم کے زمانے سے لیکر آج تک ہوگی؟ باقی سوال وجواب مثل تفسیر کے ہوئے جب تیس ہزار ورق کو شاگردوں نے زیادہ بتایا تو کہا انا للہ ماتت الھمم انا للہ (ہمتیں فنا ہو گئیں)۔

ابن بالویہ کا بیان ہے کہ تفسیر کا املا ابن جریر نے کیا، میں کاتب تھا ۲۸۳ھ سے لیکر ۲۹۰ھ تک آٹھ سال میں لکھی، ابوبکر بن خزیمہ نے یہ سن کر تفسیر مجھ سے مستعار لی اور کئی برس کے بعد واپس کی اور کہا کہ اول سے لیکر آخر تک میں نے پڑھی، روئے زمین پر محمد بن جریر سے بڑھ کر عالم نہیں ہے۔

حنبلیوں نے ان پر مظالم کئے، کسی کو ان کے پاس جانے نہیں دیتے تھے،

جو جانا چاہتا تھا اس کو روک دیتے۔ اسی کی وجہ سے حسین تمیمی ان سے حدیث نہ سن سکے، کلام مجید اس خوبی سے پڑھتے تھے کہ ابن مجاہد کا قول ہے، ماظننت ان اللہ تعالیٰ خلق بشرا یحسن یقرأ ھذہ القرأۃ (میرا گمان نہیں کہ خدا تعالیٰ نے کوئی انسان پیدا کیا ہو جو کلام اللہ کی اس قرأت کو اس خوبی و حسن سے پڑھتا ہو) بعد وفات اپنے مکان میں دفن ہوئے، ان کی وفات کی بابتہ اذن کسی کو نہیں کیا گیا، تاہم اس قدر مخلوق جمع ہوگئی کہ ان کا شمار اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ مہینوں شب و روز ان کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی گئی۔

حلیہ رنگ پختہ، آنکھیں بڑی بڑی، نحیف الجسم، بلند و بالا، خوش بیان، باوجود پچاسی برس کی عمر کے سر اور داڑھی کے بال کثرت سے سیاہ تھے، اس سے قوت مزاج کا اندازہ کرو، رضی اللہ عنہ۔

للہ درّ الطبری

اذا اعسرت لم اعلم رفیقی واستغنی فیستغنی صدیقی
حیائی حافظ لی ماء وجھی ورفقی فی مطالبتی رفیقی
ولو انی سمحت ببذل وجھی لکنت الی الغنی سھل الطریق

محمد بن عبدالرحمٰن بن المغیرۃ بن الحارث بن ابی ذئب مدنی رح پیدائش ۸۰ھ، ابو الحارث القرشی المدنی، عکرمہ مولی ابن عباس رض، نافع مولی ابن عمر رض، ابن شہاب الزہری

وغیرہم سے حدیث سنی، سفیان ثوری، وکیع، عبداللہ بن مبارک، یحییٰ بن سعید القطان اور ان کے سوا ایک جماعت نے ان سے حدیث روایت کی ہے۔ فقیہ، صالح، متقی تھے، آمر بالمعروف ناہی عن المنکر۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی جرأت میں ان کی مثال سعید بن المسیب سے دی جاتی ہے، یہی قول امام احمد بن حنبل کا ہے۔

امیر المومنین مہدی نے ان کو بغداد بلایا، وہاں روایت حدیث کی۔ امام شافعی کا قول تھا کہ مجھ کو دو صاحبوں کے نہ ملنے کا افسوس ہے، لیث اور ابن ابی ذئب۔ امام احمد بن حنبل کا قول ہے کہ ابن ابی ذئب ثقہ، صدوق ہیں، مالک بن انس سے افضل تھے، مگر مالک تنقیہ رجال میں زیادہ شدید تھے۔ ابن ابی ذئب کو اس کی پروا نہیں کہ کس سے روایت کرتے ہیں، ان کا مثل ان کے بعد نہ ان کے بلاد (حجاز) میں تھا اور نہ دیگر بلاد میں۔ ابن خلاد کا بیان ہے کہ خلیفہ مہدی کا سفرِ حج کے دوران میں مسجد نبوی میں ورود ہوا۔ خلیفہ کے داخلِ مسجد ہوتے ہی تمام حاضرین کھڑے ہو گئے، صرف ابن ابی ذئب بیٹھے رہے۔ مسیب ابن زبیر نے کہا، کھڑے ہو جاؤ یہ امیر المومنین ہیں، ابن ابی ذئب نے جواب دیا، انما یقوم الناس لرب العالمین (آدمی صرف پروردگارِ عالم کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے ہیں) خلیفہ اس جواب کی جلالت سے کانپ گیا، ابن زبیر سے کہا ان کو نہ چھیڑو میرے سر کے تمام بال کھڑے ہو گئے۔

ابونعیم کی روایت ہے کہ جس سال منصور نے حج کیا، میں نے بھی اسی سال حج کیا، میری عمر اس وقت اکیس برس کی تھی، ابن ابی ذئب اور مالک بن انس خلیفہ کے ساتھ تھے، غروب کے قریب خلیفہ نے ابن ابی ذئب کو بلا کر اپنے پاس دارالندوہ پر بٹھا کر پوچھا کہ تمہارا خیال حسن بن زید کی نسبت کیا ہے، جواب دیا انہ لیتحری العدل (وہ انصاف کرنے کی کوشش کرتے ہیں) یہ سن کر منصور نے دو یا تین مرتبہ پوچھا، میری نسبت کیا کہتے ہو، ابن ابی ذئب نے فرمایا، ورب هذه البنیة انك لجائر (قسم ہے اس عمارت (کعبہ) کے رب کی تمہارے ظالم ہونے میں شک نہیں) ربیع حاجب نے یہ سن کر ان کی داڑھی پکڑ لی، منصور نے بگڑ کر کہا، اسے گندی عورت کے بیٹے چھوڑ دے، اس کے بعد تین سو اشرفی انعام کا حکم دیا۔

ابن ابی ذئب نے ایک بار منصور سے کہا۔

امیرالمومنین تمہاری رعایا تباہ ہو چکی، کاش تم ان کی مدد مال غنیمت سے کرتے۔

منصور تم پر تباہی! اگر میں سرحدوں کی حفاظت نہ کرتا اور لشکر نہ بھیجتا تو تمہارے گھر میں خوب گوشت پکتا۔

ابن ابی ذئب، تم سے جو بہتر تھے انہوں نے سرحدوں کی حفاظت، لشکروں کا سرانجام، فتوح تم سے زیادہ کیں، اور اسی کے ساتھ آدمیوں کو

مالامال کیا۔

منصور۔ تم پر تباہی، وہ کون تھے؟

ابن ابی ذئب۔ عمر بن خطاب۔

یہ سن کر منصور نے سر جھکا لیا، المسیب کے ہاتھ میں تلوار تھی، ابن ہثیم کے ہاتھ میں چوب، منصور اس طرف متوجہ نہ ہوا، محمد بن ابراہیم امام کی طرف دیکھ کر کہا، هذا خير اهل الحجاز (یہ تمام اہل حجاز میں برگزیدہ ہیں)۔

ابن ابی ذئب تمام شب خضوع و خشوع کے ساتھ عبادت میں مصروف رہتے اگر ان سے یہ کہا جاتا کہ کل قیامت قایم ہو جائے گی تو ان کو کچھ کرنا نہ تھا۔ ایک روز روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔ ایک مرتبہ شام میں زلزلہ آیا، ایک شامی نے ان سے زلزلے کی بابتہ پوچھا، انھوں نے متوجہ ہو کر حدیث بیان کی، وہ سنتا رہا، جب ختم کر چکے تو کسی نے کہا کھانا کھا لیجئے (وہ دن افطار کا تھا) کہا آج ملتوی رکھو، اس کے بعد مرتے دم تک تمام عمر روزے رکھے، افطار نہیں کیا۔ تنگ دست تھے، روٹی اور تیل غذا تھی، ایک قمیص تھی ایک طیلسان، اسی میں گرما و سرما کے موسم بسر ہوتے، وکان من رجال الناس صراحة وقولا بالحق (سیف بیانی اور حق گوئی میں جو افراد تھے ان میں سے تھے) حدیث کی سماعت بڑی عمر میں شروع کی، جن شیوخ سے اس تاخیر کی وجہ سے نہ مل سکے، ان کے نہ ملنے کا افسوس رہا۔

تمام حدیثیں حفظ تھیں، کسی کتاب میں لکھی ہوئی نہ تھیں۔

امام احمد بن حنبل نے ان کو حدیث میں ثقہ اور دین داری، تقویٰ اور حق گوئی میں امام مالک سے افضل کہا ہے۔ یہ بھی فرمایا ہو کہ ابن ابی ذئب منصور کے پاس گئے، حق کہنے میں ذرا بھی نہ ڈرے، صاف کہہ دیا۔ الظلم فاش ببابک (تمہارے دروازے پر ظلم پھیلا ہوا ہی)۔

۱۵۹ھ میں وفات پائی، ۷۹ برس کی عمر تھی، جعفر بن سلیمان نے پہلی مرتبہ والیِ مدینہ ہونے پر ان کو سو دینار دیئے تھے، ان میں سے دس دینار کو ایک کُردی جبّہ خریدا، ساری عمر وہی پہنا، ان کے بعد ان کے بیٹے نے تیس برس پہنا۔ خاکسار کہتا ہی کہ اس فقیرانہ گدڑی میں سے حق کے شعلے نکلتے تھے، خوش خوراکی و خوش لباسی کے دلدادہ وہ شعلے کہاں سے پیدا کریں گے۔

ابوحنیفہ النعمان بن ثابت

ولادت، حلیہ، علم، عبادت و ورع، وفور عقل زیرکی اور باریک بینی، حق پرستی استقامت، فقہ ابوحنیفہ، جرح، حضرت عبداللہ بن مسعود، علقمہ بن قیس، مسروق الہمدانی، اسود النخعی، عمرو بن شرحبیل، شریح القاضی، ابراہیم النخعی، حماد بن ابی سلیمان، فقہ حنفی پر ایک نظر

النعمان[1] بن ثابت، ابوحنیفہ تیمی امام صاحب الرائے، فقیہ اہلِ عراق، انس بن مالک رض کو دیکھا[2]۔ عطا بن ابی رباح، نافع مولیٰ ابن عمر، حماد بن ابی سلیمان، ہشام بن عروہ، علقمہ بن مرثد وغیرہم سے سماعتِ حدیث کی۔ عبداللہ بن المبارک، وکیع بن الجراح، یزید بن ہارون، ابویوسف القاضی، محمد بن حسن وغیرہم نے اُن سے روایت کی۔ نسب

---

[1] واضح ہو کہ خطیب بغدادی نے امام صاحب کے حال میں پورے سو صفحے لکھے ہیں۔ مضمون ذیل میں مذاق حال کے مناسب مضامین اقتباس کر کے لکھے گئے ہیں (شروانی) [2] دیکھو اس کی تائید میں تذکرۃ الحفاظ امام ذہبی جلد اول، تہذیب التہذیب حافظ ابن حجر العسقلانی الجزء العاشر، مرآۃ الجنان امام یافعی۔ امام یافعی چار صحابۂ کرام کی روایت کے قائل ہیں (شروانی)

کی بابتہ منجملہ دیگر مختلف روایتوں کے امام صاحب کے پوتے اسمٰعیل بن حماد کی روایت ہو کہ ہم ابنائے فارس سے ہیں، غلامی نے کبھی ہم کو مس نہیں کیا (اہلِ البیت ادری بمافی البیت ۔ شروانی)

ولادت ۸۰ھ، حلیہ میانہ قد، خوش رو، خوش لباس، عطر کا استعمال بکثرت کرتے کہ مکان سے برآمد ہونے پر فضا معطر ہو جاتی، نیک صحبت، بڑے کرم کرنے والے اپنے بھائیوں کے دلی غمخوار، خوش بیانی میں فائق، شیریں آواز، بلند ہمت۔

علم | فقہ خاص کر سیکھی، حماد بن ابی سلیمان کے حلقۂ درس میں ان کے سوا کوئی اور استاد کے سامنے نہ بیٹھتا، دس برس ان کی صحبت میں رہے، ایک موقع پر اپنی جگہ ان کو بٹھا کر حماد باہر گئے، یہ لوگوں کے سوالوں کا جواب دیتے رہے، ایسے مسئلے بھی آئے جو استاد سے نہ سُنے تھے، استاد کی واپسی پر مسائل مذکور خدمت میں پیش کئے جو ساٹھ تھے، استاد نے چالیس سے اتفاق کیا، بیس سے اختلاف، شاگرد نے قسم کھائی کہ ساری عمر حاضر رہوں گا، چنانچہ استاد کی وفات تک ساتھ رہے، کل زمانۂ رفاقت اٹھارہ برس تھا۔ استاد کے بیٹے اسمٰعیل کہتے ہیں کہ ایک بار والد سفر میں گئے اور کچھ دن باہر رہے، واپسی پر میں نے پوچھا ابا جان! آپ کو سب سے زیادہ کس کے دیکھنے کا شوق تھا (ان کا خیال تھا کہیں گے بیٹے کے دیکھنے کا) کہا ابو حنیفہ کے دیکھنے کا، اگر یہ ہو سکتا کہ میں کبھی نگاہ ان کے چہرہ سے نہ اٹھاؤں تو یہی کرتا۔

محمد بن فضیل عابد بلخی نے روایت کی ہے کہ ابو حنیفہ نے بیان کیا کہ میں امیر المومنین خلیفہ منصور کے پاس گیا تو پوچھا تم نے علم کس سے حاصل کیا، میں نے کہا حماد سے، انھوں نے ابراہیم (نخعی) سے، انھوں نے عمرؓ بن الخطاب، علیؓ بن ابی طالب، عبداللہؓ بن مسعود، عبداللہ بن العباسؓ سے، منصور نے سن کر کہا خوب خوب، ابو حنیفہ تم نے بہت مضبوط علم حاصل کیا، وہ سب کے سب طیبین و طاہرین تھے، سب پر اللہ کی رحمت۔

دوسری روایت میں ہے کہ خلیفہ منصور سے عیسیٰ بن موسیٰ نے کہا کہ یہ (ابو حنیفہ) آج دنیا کے عالم ہیں، پوچھا نعمان! علم کس سے حاصل کیا، جواب دیا، اصحاب عمرؓ سے عمرؓ کا، اصحاب علیؓ سے علیؓ کا، اصحاب عبداللہ سے عبداللہ کا، اور ابن عباس کے زمانہ میں ان سے بڑھکر عالم روئے زمین پر نہ تھا۔

اعمش نے ایک بار ابو یوسف سے پوچھا تمہارے رفیق ابو حنیفہ نے عبداللہ کا قول "عتق الامة طلاقہا" کیوں ترک کیا، جواب دیا کہ اس حدیث کی بنیاد پر جو آپ نے بواسطۂ ابراہیم و اسود عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ بریرہ جب آزاد کی گئیں تو ان کو اختیار دیا گیا۔ اعمش یہ سن کر تعجب میں رہ گئے اور کہا ابو حنیفہ بہت زیرک ہیں (ان اباحنیفة لفطن)۔

عبادت و ورع | عبداللہ بن المبارک کا قول ہے کہ میں نے کوفہ پہنچکر پوچھا کہ کوفہ والوں میں سب سے زیادہ پارسا کون ہے، لوگوں نے کہا ابو حنیفہ۔ ان کا یہ بھی قول ہے کہ میں نے ابو حنیفہ سے زیادہ کوئی پارسا نہیں دیکھا، ما رأیت احدا اورع

من ابی حنیفۃ تیسرا قول ہے کہ میں نے کسی کو ابو حنیفہ سے زیادہ پارسا نہیں پایا' حالانکہ درّوں سے' مال و دولت سے اُن کی آزمائش کی گئی' (اپنے زمانہ میں امام صاحب کے سب سے زیادہ عابد و پارسا ہونے کی تائید میں اور بھی متعدد قول خطیب نے نقل کئے ہیں) سفیان بن عینیہ کا قول ہے کہ ہمارے وقت میں کوئی آدمی مکہ میں ابو حنیفہ سے زیادہ نماز پڑھنے والا نہیں آیا' اُن کا یہ بھی قول ہے کہ وہ نماز اول وقت ادا کرتے تھے' ابو مطیع کا قول ہے کہ میں قیام مکہ کے زمانے میں رات کی جس ساعت میں طواف کو گیا ابو حنیفہ اور سفیان ثوری کو طواف میں مصروف پایا۔ ابو عاصم کا قول ہے کہ کثرت نماز کی وجہ سے ابو حنیفہ کو لوگ میخ (وتد) کہنے لگے تھے۔

شب بیداری و قرآن خوانی یحیٰی بن ایوب الزاہد کا قول ہے کہ کان ابو حنیفۃ لا ینام اللیل (ابو حنیفہ شب بیدار رہتے) اسد بن عمر کا قول ہے کہ ابو حنیفہ شب کی نماز میں ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کر دیتے تھے' ان کے گریہ وزاری کی آواز سُنکر پڑوسیوں کو رحم آنے لگتا تھا۔ ان کا یہ بھی قول ہے کہ یہ روایت محفوظ ہے کہ انھوں نے جس مقام پر وفات پائی' وہاں سات ہزار کلام مجید ختم کئے تھے۔ ابوالجویریہ کا قول ہے کہ صحبت حماد بن ابی سلیمان ومحارب بن دثار و علقمۃ بن مرثد وعون بن عبد اللہ وصحبت ابا حنیفۃ فما کان فی القوم رجل احسن لیلا من ابی حنیفۃ' لقد صحبت اشہرا فما منہا لیلۃ وضع

فیصلاحنیفہ رہیں حماد بن ابی سلیمان، محارب بن دثار، علقمہ بن مرثد اور عون
بن عبداللہ کی صحبت میں بیٹھا ہوں اور ابو حنیفہ کی صحبت میں بھی رہا ہوں، میں نے
اس جماعت میں کسی کو ابو حنیفہ سے بہتر شب گذار نہیں پایا، میں مہینوں ان کی
صحبت میں رہا، اس تمام زمانے میں ایک رات بھی پہلو لگاتے نہیں دیکھا) مسعر
بن کدام کا قول ہے کہ میں ایک رات مسجد میں داخل ہوا، تو کسی کے قرآن
پڑھنے کی آواز کان میں آئی، جس کی شیرینی دل میں اثر کر گئی، جب ایک
منزل ختم ہوئی تو مجھ کو خیال ہوا کہ اب رکوع کریں گے، انہوں نے ایک تہائی
قرآن پڑھ لیا، نصف ختم کیا، اسی طرح پڑھتے رہے کہ کلام مجید ایک رکعت میں
ختم ہو گیا، میں نے دیکھا تو وہ ابو حنیفہ تھے۔ خارجہ بن مصعب کہتے ہیں کہ خانہ کعبہ
میں چار اماموں نے پورا قرآن پڑھا ہے، عثمان بن عفان، تمیم داری، سعید
بن جبیر، اور ابو حنیفہ۔ زائدہ کہتے ہیں کہ ایک رات میں نے ابو حنیفہ کے ساتھ
عشا کی نماز مسجد میں پڑھی، آدمی نماز پڑھ کر چلے گئے، ابو حنیفہ کو معلوم نہ ہوا
کہ میں مسجد میں ہوں، حالانکہ تنہائی میں ایک مسئلہ میں اُن سے پوچھنا چاہتا
تھا، انہوں نے کھڑے ہو کر نماز میں قرآن مجید پڑھنا شروع کیا، میں انتظار
میں کھڑا استادہ رہا کہ فارغ ہوں تو مسئلہ پوچھوں، پڑھتے پڑھتے جب اس آیت
پر پہنچے (فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ) تو اس کو بار بار پڑھنا
شروع کیا، اسی آیت کی تکرار میں صبح ہو گئی، یہاں تک کہ مؤذن نے فجر کی اذان

ویدی، یزید بن الکمیت جو برگزیدہ لوگوں میں سے ہیں (وکان من خیار الناس)
کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف شدید تھا، ایک رات امام نے
عشا کی نماز میں سورۂ اذا زلزلت پڑھی، ابو حنیفہ جماعت میں تھے، جب نماز ختم کر کے
آدمی چلے گئے، تو میں نے دیکھا کہ ابو حنیفہ فکر میں غرق بیٹھے ہیں، تنفس جاری ہے،
میں نے دل میں کہا چپکے سے اٹھ چلو، ان کے شغل میں خلل انداز نہ ہو، چنانچہ
قندیل روشن چھوڑ کر میں چلا آیا، اس میں تیل تھوڑا تھا، طلوع فجر کے وقت جب
میں مسجد میں پھر آیا تو میں نے دیکھا کہ ابو حنیفہ اپنی داڑھی پکڑے کھڑے ہیں، اور
کہہ رہے ہیں، یا من یجزی بمثقال ذرۃ خیر خیرا ویا من یجزی بمثقال ذرۃ
شر شرا، اجر النعمان عبدک من النار وما یقرب منہا من السوء وادخلہ
فی سعۃ رحمتک (اے ذرہ بھر نیکی کا اچھا بدلہ دینے والے اور اے ذرہ بھر برائی
کا بدلہ دینے والے اپنے بندہ نعمان کو آگ سے اور اس کے لگ بھگ عذاب سے
بچائیو، اور اپنی رحمت کی فضا میں داخل کیجیو) میں نے اذان دی، آکر دیکھا تو
قندیل روشن تھی اور وہ کھڑے ہوئے تھے، مجھکو دیکھ کر کہا کیا قندیل لینا چاہتے
ہو، میں نے کہا صبح کی اذان دے چکا، کہا جو دیکھا ہے اس کو چھپانا، یہ کہکر
صبح کی سنتیں پڑھیں اور بیٹھ گئے، میں نے تکبیر کہی تو جماعت میں شریک ہوئے، ہمارے
ساتھ صبح کی نماز اول شب کے وضو سے پڑھی۔ القاسم بن معین کا بیان ہے کہ
ایک رات ابو حنیفہ نے نماز میں یہ آیت پڑھی بل الساعۃ موعدہم والساعۃ

ادھی وامر (بلکہ ان کا وعدہ قیامت پر ہے، اور قیامت بڑی آفت اور بہت تلخ ہی) تمام رات اس کو دہراتے رہے، اور شکستہ دلی سے روتے رہے۔

عبادت شب اور کلام پاک کی تلاوت کے متعلق خطیب نے اور بھی بہت سی روایتیں لکھی ہیں، نمونہ کے لئے اوپر کے بیان کافی ہیں یہ بھی خیال ہے کہ ہم پست ہمت مردہ دل ان کو اپنے حال پر قیاس کرکے مبالغہ اور بے اصل تصور نہ کر بیٹھیں۔

قیس بن ربیع کا قول ہے کہ ابوحنیفہ پرہیزگار، فقیہ، محسود خلائق تھے، جو اُن کے پاس التجا لیجاتا اس کے ساتھ بہت سا سلوک کرتے، بھائیوں کے ساتھ بکثرت احسان کرتے، انہی کا قول ہے کہ ابوحنیفہ مال تجارت بغداد بھیجتے، اس کی قیمت کا مال کوفہ منگواتے، سالانہ منافع جمع کرکے شیوخ محدثین کے لئے ضرورت کی چیزیں خریدتے خوراک اور لباس غرض جملہ ضروریات کا انتظام کرتے، اس سے جو روپیہ بچتا وہ نقد جملہ سامان کے ساتھ یہ کہہ کر ان کے پاس بھیجتے کہ "اس کو خرچ کرو اور سوائے اللہ کے کسی کی تعریف نہ کرو اس لئے کہ میں نے اپنے مال میں سے تم کو کچھ نہیں دیا، یہ اللہ کا تمہارے معاملے میں مجھ پر فضل ہے کہ تمہاری قسمت کا نفع ہوا، یہ وہ فیض ہے جو اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ سے تم کو پہنچاتا ہی، یہ ظاہر ہے کہ جو اللہ بخشتے اس میں دوسرے کی قوت کا کیا دخل ہوسکتا ہی"۔

ابویوسف کا قول ہی کہ ابوحنیفہ ہر سائل کی حاجت پوری کرتے تھے، ابوحنیفہ دربار کے عطیوں سے ہمیشہ بچتے رہے، خلیفہ منصور نے ان کو بدفعات تیس ہزار (۳۰۰۰۰) درہم

دیئے، انکار میں برہمی کا اندیشہ تھا، کہا امیر المومنین میں بغداد میں غریب الوطن ہوں، اجازت دیجئے کہ خزانہ شاہی میں یہ رقم میرے نام سے جمع ہوتی رہے، منصور نے منظور کیا، وفات تک یہ رقم خزانے میں رہی۔ بعد وفات جب منصور نے یہ حال سنا اور یہ بھی سنا کہ امام صاحب کی حفاظت میں لوگوں کے پچاس ہزار درہم امانت کے تھے جو بعد وفات بجنسہ واپس دیئے گئے، تو اس نے کہا ابوحنیفہ میرے ساتھ چال چل گئے۔ امانت داری مسلم تھی، وکیع کا قول ہے، کان واللّٰہ ابوحنیفۃ عظیم الامانۃ وکان اللّٰہ فی قلبہ جلیلا وکبیرا (واللہ ابوحنیفہ بڑے امین تھے، اللہ کی جلالت اور کبریائی ان کے دل میں بھری ہوئی تھی) ان کا یہ بھی قول ہے کہ جب ابوحنیفہ اپنے بال بچوں کے لئے کپڑے بناتے تو ان کی قیمت کے برابر صدقہ کر دیتے، اور جب خود نیا کپڑا پہنتے تو اس کی قیمت کی برابر شیوخ علما کے لئے لباس تیار کراتے، جب کھانا سامنے آتا تو اوّل اپنی خوراک کی مقدار سے دونا نکال کر کسی محتاج کو دیدیتے۔ صفائی معاملہ اس واقعہ سے معلوم ہوگی، ایک بار کپڑے کے تھانوں میں سے ایک تھان میں نقص تھا، اپنے شریک حفص کو ہدایت کی کہ جب یہ تھان بیچو تو اس کا عیب جتا دینا، وہ بھول گئے، سارے تھان بک گئے، یہ بھی یاد نہ رہا کہ عیب والا تھان کس کے ہاتھ فروخت کیا، ان کو معلوم ہوا تو سارے تھانوں کی قیمت خیرات کر دی، خود حفص کے بیٹے علی نے یہ روایت کی ہے، ابن صہیب کا قول ہے کہ ابوحنیفہ اکثر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

عطاءذی العرش خیر من عطائکم — وسیبه واسع یرجی وینتظر
انتم یکدّر ما تعطون منّکم — والله یعطی بلا من ولا کدر

عرش کے مالک کی بخشش تمہاری بخشش سے بہتر ہے، اور اس کا جود بہت وسیع ہے کہ سب اس کے امیدوار و منتظر ہیں، تمہاری بخشش کو تمہارا احسان جتانا مکدر کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کی عطا میں نہ احسان رکھتا ہے نہ کدورت۔

وفور عقل، زیرکی اور باریک نظری

یہ عنوان خطیب نے مستقل قائم کیا ہے، عبداللہ بن مبارک نے سفیان ثوری سے کہا کہ اے ابوعبداللہ! ابوحنیفہ غیبت سے کس قدر دور بھاگتے ہیں، میں نے کبھی ان کو کسی کی غیبت کرتے نہیں سنا، سن کر کہا، واللہ! ابوحنیفہ کی عقل اس سے بڑھکر ہے کہ وہ اپنی نیکیوں پر ایسی بلا مسلط کریں جو اُن کو فنا کر دے۔ علی بن عاصم کا قول ہے کہ اگر ابوحنیفہ کی عقل روئے زمین کے آدھے آدمیوں کی عقل سے تولی جائے تو اس کا پلہ بھاری رہیگا خارجہ بن مصعب نے ایک موقع پر ابوحنیفہ کے ذکر کے سلسلے میں کہا کہ میں نے ایک ہزار علما دیکھے ہیں ان میں تین یا چار عاقل پائے، ان میں سے ایک ابوحنیفہ ہیں۔ یزید بن ہارون کا قول ہے کہ میں نے بہت آدمی دیکھے کسی کو ابوحنیفہ سے زیادہ عاقل، زیادہ فاضل اور زیادہ پارسا نہیں پایا۔ محمد بن عبداللہ انصاری کا قول ہے کہ ابوحنیفہ کی عقل ان کے کلام، ارادہ، نقل و حرکت سے عیاں ہوتی تھی (کان ابوحنیفۃ یتبین عقله من منطقه ومشيئته ومدخله ومخرجه)۔

ایک بار ابوحنیفہ خلیفہ منصور کے پاس گئے، حاجب ربیع نے (جس کو ان سے مخالفت تھی) کہا ابوحنیفہ حاضر ہیں جو خلیفہ کے دا دا عبداللہ بن عباس کی مخالفت کرتے ہیں، ان کا قول تھا کہ قسم کھا کر انسان اگر ایک دن یا دو دن کے بعد استثناء کر دے تو جائز ہے، یہ کہتے ہیں کہ نہیں وہی استثناء جائز ہوگا جو قسم کے ساتھ ساتھ کیا جاوے۔ ابوحنیفہ نے کہا، امیرالمومنین! ربیع کا خیال فاسد یہ ہی کہ آپ کی فوج پر آپ کی بیعت کی پابندی نہیں، اس لئے کہ وہ آپ کے سامنے عہد کرتے ہیں، گھر جا کر اس سے استثناء کر لیتے ہیں، لہذا بیعت کا حلف باطل ہوجاتا ہی۔ منصور یہ سن کر ہنس پڑا اور کہا دیکھ ربیع! ابوحنیفہ کے منہ مت لگ۔ باہر نکل کر ربیع نے شکایت کی کہ تم نے تو میرا خون ہی بہایا تھا۔ ابوحنیفہ نے کہا تم نے میرے قتل کا سامان کیا تھا، میں نے تم کو بھی بچا لیا، اور اپنی جان بھی بچائی۔ عبداللہ بن المبارک کا قول ہے کہ میں نے حسن بن عمارہ کو دیکھا کہ ابوحنیفہ کی رکاب تھامے ہوئے کہہ رہے تھے، واللہ ہم نے کوئی انسان نہیں دیکھا کہ جو فقہ میں تم سے زیادہ بالغ النظر ہو یا زیادہ صابر ہو یا زیادہ حاضر جواب ہو، تم اپنے وقت کے مسلم پیشوا ہو، تم پر جو اعتراض کرتے ہیں وہ حاسد ہیں۔

حق پر استقامت

سہل بن فزاحم کا قول ہے کہ دنیا ابوحنیفہ کے قدموں پر گری، انھوں نے آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا، اس کے لینے پر کوڑوں کے ذریعہ سے مجبور کئے گئے، مگر قبول نہ کیا، دو مرتبہ ابوحنیفہ نے حق کی حفاظت پر جسمانی تکلیفیں

برداشت کیں، اول مرتبہ بنوامیہ کے زمانہ میں، جب ابن ہبیرہ عامل کوفہ نے کوفہ
کی قضا کا عہدہ قبول کرنے پر ان سے اصرار کیا، انکار پر سو کوڑے لگوائے بالآخر
چھوڑ دیا ہر روز دس کوڑے مارے گئے، ایک دن کوڑے لگنے کے دوران میں
روئے، چھوٹنے کے بعد رونے کا سبب کسی نے پوچھا تو کہا کہ مجھ کو اپنی والدہ
کے صدمہ کا خیال آیا جو کوڑوں سے زیادہ ایذا رساں تھا، اس پر رویا۔ احمد
بن حنبل اپنی مصیبت کے بعد جب ابو حنیفہ کی مصیبت کا ذکر کرتے روتے اور ان
کے لئے رحمت کی دعا کرتے۔ دوسری مرتبہ خلیفہ منصور نے اسی عہدہ کے قبول
کے لئے بغداد بلایا، اور اصرار کیا، ابو حنیفہ انکار کرتے رہے، خلیفہ نے قسم کھا کر
کہا کہ کرنا ہوگا، انھوں نے انکار پر قسم کھائی، یہ بھی مکرر ہوا، حاجب ربیع نے
موقع پا کر کہا کہ ابو حنیفہ امیر المومنین بار بار قسم کھاتے ہیں، پھر بھی تم انکار کئے
جاتے ہو، جواب دیا، امیر المومنین کو قسم کا کفارہ دے دینا مجھ سے زیادہ آسان ہے،
بالآخر منصور نے قید کا حکم دے دیا، دوران قید میں ایک دن بلا کر پھر فرمائش کی
انہوں نے کہا، اصلح اللّٰہ امیر المومنین ما انا اصلح للقضاء (خدا امیر المومنین
کا بھلا کرے، میں عہدۂ قضا کی صلاحیت نہیں رکھتا) منصور نے کہا تم جھوٹے ہو،
جواب دیا خود امیر المومنین نے میری تصدیق کر دی کہ مجھ کو جھوٹا کہا، اگر میں
فی الواقع جھوٹا ہوں تو عہدۂ قضا کے قابل نہیں، اور اگر سچا ہوں تو میں کہہ چکا
کہ مجھ میں یہ صلاحیت نہیں، منصور نے یہ سن کر پھر قید خانہ بھیج دیا۔ اسی قید خانہ

میں چھ دن علیل رہ کر ۱۵۰ھ میں وفات پائی، ستر برس کی عمر تھی، ابن جریج نے خبرِ وفات سن کر انا للہ پڑھی، اور کہا ای علم ذھب (کیسا علم اُٹھ گیا)۔

فقہ ابو حنیفہ | اس کا بھی مستقل باب ہے۔

حدیث: "لا تقوم الساعة حتی یظھر العلم" کی تفسیر میں حسن بن سلیمان نے کہا ہے کہ وہ علم ابو حنیفہ کا علم ہے، اور وہ شرح جو انہوں نے احادیث کی کی ہے۔ خلف بن ایوب کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا، آپ نے صحابہ کو پہنچایا، صحابہ نے تابعین کو تابعین کے بعد ابو حنیفہ اور اُن کے اصحاب کو ملا اس پر کوئی خوش ہو یا ناراض۔

ابن معینہ کا قول ہے کہ میری آنکھ نے ابو حنیفہ کا مثل نہیں دیکھا۔

ایک موقع پر عبداللہ بن مبارک نے کہا ابو حنیفہ اللہ کی ایک نشانی تھے، کسی نے کہا خیر کی یا شر کی، کہا خاموش، شر کے واسطے غایۃ اور خیر کے واسطے آیۃ کا لفظ استعمال ہوتا ہے، یہ کہکر یہ آیت پڑھی "وجعلنا ابن مریم وامہ اٰیۃ"

ابن مبارک کا یہ قول بھی ہے، کوئی مجلس ابو حنیفہ سے زیادہ باوقار نہ تھی، اُن کی شان فقہا کی تھی، نیک طریقہ، خوبصورت، خوش لباس تھے، ہم ایک روز جامع مسجد میں تھے، ایک سانپ ابو حنیفہ کی گود میں آپڑا، لوگ ڈر کر بھاگ گئے، ان کو میں نے دیکھا کہ بدستور بیٹھے رہے، سانپ کو جھٹک کر پھینک دیا۔ اُن کا یہ قول بھی ہے کہ اگر اللہ نے میری مدد ابو حنیفہ اور سفیان کے ذریعے سے نہ کی ہوتی تو میں

عام آدمیوں کی طرح ہوتا (لولا ان اللہ اغاثنی بابی حنیفۃ وبسفیان کنت کسائر الناس) عبداللہ بن مسعود کے پڑپوتے قاسم سے کسی نے کہا کہ کیا تم ابوحنیفہ کے تلامذہ میں داخل ہونا پسند کرتے ہو، جواب دیا ان کی محفل سے زیادہ فیض رساں کوئی مجلس نہیں ہے، چلو تم بھی چل کر دیکھ لو، چنانچہ وہ شخص ان کے ساتھ گیا، مجلس میں بیٹھا تو وہیں کا ہو رہا اور کہا میں نے اس سے بہتر صحبت نہیں پائی۔

عبداللہ بن المبارک کا قول ہے کہ میں اوزاعی سے ملنے شام گیا، بیروت میں اُن سے ملاقات ہوئی، مجھ سے کہا کہ اے خراسانی کوفہ میں یہ کون بدعتی پیدا ہوا ہے، یہ سن کر میں مکان پر آیا، ابوحنیفہ کی کتابیں نکالیں اور ان میں سے چیدہ چیدہ مسائل چھانٹ کر نکالے، اس میں تین دن لگ گئے، تیسرے روز ان کے پاس پھر گیا، وہ مسجد کے مؤذن بھی تھے، امام بھی۔ میرے ہاتھ میں کتاب دیکھ کر کہا یہ کیا ہے، میں نے ہاتھ بڑھا کر حوالہ کر دی، انہوں نے ایک مسئلہ پر نظر ڈالی جس پر لکھا تھا، قال النعمان، اذان کہکر کھڑے کھڑے پہلا حصّہ پڑھ لیا، پڑھکر کتاب آستین میں رکھ لی، پھر تکبیر کہکر نماز پڑھی، نماز پڑھکر کتاب نکالی اور سب پڑھ لی، دیکھکر کہا یہ نعمان بن ثابت کون ہیں، میں نے کہا ایک شیخ ہیں، جن سے عراق میں ملاقات ہوئی تھی، کہا بڑی شان کے شیخ ہیں جاؤ اور اُن سے بہت سا فیض حاصل کرو، میں نے کہا یہ وہی ابوحنیفہ ہیں جن سے مجھ کو آپ نے روکا تھا۔ مسعر بن کدام کا قول ہے، کوفے میں صرف دو آدمیوں پر مجھ کو حسد ہے، ابوحنیفہ پر اُن کے فقہ

کی وجہ سے اور حسن بن صالح پر اُن کے زہد کی وجہ سے ابراہیم سے روایت ہے کہ ایک بار ہم مسعر بن کدام کے پاس بیٹھے تھے کہ ابو حنیفہ وہاں سے گزرے، تھوڑی دیر ٹھہر کر مسعر کو سلام کیا اور چلے گئے کسی نے کہا ابو حنیفہ کس قدر جھگڑالو ہیں یہ سنکر مسعر سنبھل کر بیٹھ گئے، اور کہا سمجھ کر بات کرو، میں نے ابو حنیفہ کو جس کسی سے بحث کرتے دیکھا اُنہی کو غالب پایا۔ اسرائیل کا قول ہے کہ نعمان اچھے آدمی تھے اُن سے زیادہ کسی کو وہ حدیثیں یاد نہ تھیں جن میں فقہ ہے، نہ ان سے زیادہ کسی نے کاوش کی تھی، نہ اُن سے زیادہ حدیث کی فقہ کا کوئی جاننے والا تھا، انہوں نے حدیثیں حماد سے یاد کی تھیں اور خوب یاد کی تھیں، اسی لئے خلفا، امراء، وزراء نے ان کی عزت کی، جو شخص فقہ میں ان سے بحث کرتا اس کی جان مشکل میں پڑ جاتی۔ مسعر کا قول تھا کہ جو کوئی اپنے اور اللہ کے درمیان ابو حنیفہ کو واسطہ کریگا مجھ کو امید ہے کہ اس کو خوف نہ ہوگا، اور اس نے احتیاط کا حق ادا کر دیا ہوگا۔ عبد الرزاق کا بیان ہے کہ ہم معمر کے پاس تھے کہ ابن المبارک پہنچے، ان کے آنے پر معمر نے کہا، میں کسی شخص کو نہیں جانتا جو فقہ پر ابو حنیفہ سے زیادہ معرفت کے ساتھ کلام کر سکے، یا اُن سے زیادہ قیاس پر اور لوگوں کے لئے فقہ کی راہیں کھولنے پر قادر ہو، نہ میں نے ان سے زیادہ کسی کو اس پر خائف پایا کہ اللہ کے دین میں کوئی بات بے تحقیق داخل کریں۔ ابو جعفر کا قول ہے کہ میں نے ابو حنیفہ سے زیادہ فقیہ اور پارسا کسی کو نہیں دیکھا۔ فضیل بن عیاض کا قول

ہی، ابوحنیفہ مرد فقیہ تھے، فقہ میں معروف، پارسائی میں مشہور، بڑے دولتمند، ہر صادر و وارد کے ساتھ بہت سلوک کرنے والے، شب و روز صبر کے ساتھ تعلیم میں مصروف رہتے، رات اچھی گزارنے والے، خاموشی پسند، کم سخن، جب کوئی مسئلہ حلال یا حرام کا پیش آتا تو کلام کرتے، اور ہدایت کا حق ادا کر دیتے، سلطانی مال سے بھاگنے والے۔ ابن صباح نے ابن مکرم کی حدیث پر فضیل بن عیاض کا یہ قول اور زیادہ کیا ہے، جس وقت کوئی مسئلہ اُن کے سامنے آتا تو اس کے باب میں اگر کوئی صحیح حدیث ہوتی تو اس کی پیروی کرتے، اگرچہ وہ صحابہ یا تابعین کی حدیث ہوتی ورنہ قیاس کرتے اور بہت اچھا قیاس کرتے۔ ابو یوسف کا قول ہے میں نے حدیث کے معنی یا حدیث کے فقہی نکات جاننے والا ابوحنیفہ سے زیادہ نہیں دیکھا، ان کا یہ بھی قول ہے کہ میں نے جس مسئلہ میں ابوحنیفہ سے مخالفت کی اور پھر غور کیا تو مجھ کو معلوم ہوا کہ ان کا مذہب آخرت کی نجات کے واسطے زیادہ کارآمد تھا۔ میں اکثر حدیث کی جانب جھکتا حال یہ تھا کہ وہ حدیث صحیح میں مجھ سے زیادہ بصیرت رکھتے تھے۔ ان کا یہ بھی قول تھا کہ میں ابوحنیفہ کے لئے اپنے باپ سے پہلے دعا کرتا ہوں۔ حماد بن زید کا قول ہے کہ میں نے حج کا ارادہ کیا، اور ایوب کے پاس رخصت ہونے گیا، انہوں نے کہا، میں نے سُنا ہے کہ اہل کوفہ کے فقیہ مرد صالح، یعنی ابوحنیفہ، اس سال حج کو آئیں گے، جب ان سے ملاقات ہو تو میرا اسلام کہنا۔ ابوبکر بن عیاش کا قول ہے کہ سفیان کے

بھائی عمر بن سعید کا انتقال ہوا تو سفیان کے پاس ہم تعزیت کے لئے گئے مجلس آدمیوں سے بھری ہوئی تھی، عبداللہ بن ادریس بھی وہاں تھے، اسی عرصے میں ابوحنیفہ مع اپنی جماعت کے وہاں پہنچے، سفیان نے ان کو دیکھا تو اپنی جگہ خالی کی، کھڑے ہو کر ان سے معانقہ کیا، اپنی جگہ ان کو بٹھایا خود سامنے بیٹھے، یہ دیکھ کر مجھ کو سخت غصہ آیا، ابن ادریس نے مجھ سے کہا، کمبخت دیکھتا نہیں ہم یہاں تک بیٹھے رہے کہ آدمی متفرق ہو گئے، اب میں نے سفیان سے کہا کہ اے ابوعبداللہ آج آپ نے ایک ایسا کام کیا جو مجھ کو برا معلوم ہوا، نیز ہمارے دوسرے ساتھیوں کو، پوچھا کیا بات میں نے کہا آپ کے پاس ابوحنیفہ آئے ان کے لئے آپ کھڑے ہوئے اپنی جگہ بٹھایا، ان کے ادب میں مبالغہ کیا، یہ ہم لوگوں کو ناپسند ہوا، کہا تم کو یہ کیوں ناپسند ہوا، وہ علم میں ذی مرتبہ شخص ہیں، اگر میں اُن کے علم کے لئے نہ اُٹھتا تو اُن کے سن و سال کے لئے اٹھتا اور اگر ان کے سن و سال کے لئے نہ اٹھتا تو ان کی فقہ کے واسطے اٹھتا، اگر فقہ کے لئے نہ اٹھتا تو ان کے تقویٰ کے واسطے اٹھتا، راوی کا بیان ہے کہ انہوں نے مجھ کو ایسا ساکت کیا کہ جواب نہ بن آیا۔ ابو مطیع کا قول ہے کہ میں نے کسی محدث کو سفیان ثوری سے زیادہ فقیہ نہیں دیکھا، ابوحنیفہ ان سے بھی زیادہ فقیہ تھے، یزید بن ہارون نے اس سوال کے جواب میں کہ دونوں میں کون زیادہ فقیہ ہے، کہا سفیان ثوری حفظ حدیث میں بڑھے

ہوئے ہیں، ابو حنیفہ فقہ میں، ایسا ہی ایک قول ابو عاصم نبیل کا ہے۔
ابن المبارک کا قول ہے کہ اگر حدیث معلوم ہو اور رائے کی ضرورت ہو تو مالک، سفیان، اور ابو حنیفہ کی رائے ماننی چاہیے، ابو حنیفہ کی نظر زیرکی میں ان سے بہتر اور باریک تر ہے، فقہ میں زیادہ گہری جاتی ہے اور وہ ان تینوں میں زیادہ فقیہ ہیں (ان کان الاثر قد عرف واحتیج الی الرای فرای مالک وسفیان وابی حنیفة، وابو حنیفة احسنھم وادقھم فطنة و اغوصھم علی الفقہ وھو افقہ الثلاثة)۔
محمد بن بشر کا قول ہے کہ میں ابو حنیفہ اور سفیان ثوری دونوں کے پاس جاتا تھا، جب ابو حنیفہ کے پاس جاتا پوچھتے کہاں سے آئے، سفیان کا نام سنکر کہتے تم ایسے شخص کے پاس سے آئے ہو کہ اگر آج علقمہ اور اسود زندہ ہوتے تو سفیان کے محتاج ہوتے۔ جب سفیان سوال کے جواب میں سنتے کہ ابو حنیفہ کے پاس سے آیا ہوں تو کہتے تم ایسے شخص کے پاس سے آئے ہو جو روئے زمین پر سب سے زیادہ فقیہ ہے۔ عبداللہ بن داؤد الخریبی کا قول ہے کہ اہل اسلام پر واجب ہے کہ نماز کے بعد ابو حنیفہ کے حق میں اس حفاظت کے صلے میں جو انہوں نے سنت اور فقہ کی کی ہے دعائے خیر کریں نضر بن شمیل کا قول ہے کہ لوگ علم فقہ سے غافل تھے، ابو حنیفہ کی عقدہ کشائی تشریح و تلخیص نے چونکا دیا۔ یحیی بن معین کا قول ہے کہ میں نے یحیی القطان کو کہتے سنا

ہم اللہ کا نام لے کر جھوٹ نہ بولیں گے، ہم ابوحنیفہ کی رائے میں سے اکثر چیزیں اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ بھی ان کا قول یحییٰ بن معین نے نقل کیا ہے کہ ہم خدا کا نام لیکر جھوٹ نہ بولیں گے، ابوحنیفہ سے بہتر رائے ہم نے کسی کی نہیں پائی، اور ہم نے ان کے اکثر اقوال اختیار کر لئے ہیں۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید (قطان) فتوی میں کوفیوں کے قول کی جانب جاتے تھے، اور کوفیوں کے اقوال میں سے ابوحنیفہ کا قول لیتے تھے اور ان کے معاصروں میں سے ان کی رائے کا اتباع کرتے تھے۔ امام شافعی کے حسب ذیل اقوال فقہ حنفی کے متعلق نقل کئے ہیں:

الناس عیال علی ابی حنیفة فی الفقه	لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے محتاج ہیں
ما رأیت افقه من ابی حنیفة	میں نے ابوحنیفہ سے بڑھکر فقیہ نہیں دیکھا

جو شخص فقہ میں متبحر ہونے کا ارادہ کرے وہ ابوحنیفہ کا محتاج ہے۔

کان ابوحنیفة ممن وفق له الفقه	ابوحنیفہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو فقہ میں حق کے ساتھ موافقت بخشی گئی ہے

جو شخص فقہ سیکھنا چاہے اس کو ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں کا دامن پکڑنا چاہیئے، اس لئے کہ سارے انسان فقہ میں ابوحنیفہ کے محتاج ہیں۔

یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ میرے نزدیک قرأت حمزہ کی قرأت ہے اور فقہ ابوحنیفہ کی فقہ ہے۔ سفیان بن عیینہ کا قول ہے کہ میرا گمان یہ تھا کہ دو چیزیں کوفے کے پل کے ادھر نہ جائیں گی، مگر وہ آفاق پر چھا گئیں، حمزہ کی قرأت اور ابوحنیفہ

کی رائے۔ جعفر بن الربیع کا قول ہے، پانچ سال میں ابو حنیفہ کے پاس رہا اُن سے
زیادہ خاموش آدمی میں نے نہیں دیکھا، جب کوئی مسئلہ پیش آتا اس وقت
کھلتے اور سیلِ دریا کی طرح رواں ہوتے۔ حکم بن ہشام الثقفی سے کسی نے ابو حنیفہ
کی نسبت رائے پوچھی تو انہوں نے کہا ابو حنیفہ کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے قبلے سے نہیں نکالتے تھے جب تک کہ وہ خود اسی دروازہ سے نہ نکل جائے
جس سے وہ داخل ہوا تھا، وہ بہت بڑے امین تھے، ہمارے سلطان نے
چاہا کہ اُن کو خزانے کی کنجیاں سپرد کرے، نہ ماننے کی صورت میں دروں کی دھمکی
دی، انہوں نے انسانی عذاب کو بمقابلہ اللہ کے عذاب کے پسند کیا۔ ابن مزاحم
کا قول ہے ابو حنیفہ اکثر یہ کہا کرتے تھے اللھم من ضاق بنا صدرہ فان قلوبنا
قد اتسعت له (بار الٰہا جو لوگ ہماری طرف سے تنگدل ہیں، ہمارے دل ان
کے لئے کشادہ ہیں) حسن بن زیاد اللولوی کا قول ہے میں نے ابو حنیفہ کو یہ
کہتے ہوئے سنا ہمارا قول رائے ہے، اور وہ ہماری قدرت کی بہترین صورت ہے
جو اس سے بہتر بیان کرے وہ ہم سے زیادہ باصواب ہے۔ وکیع کا قول ہے کہ ایک
روز میں ابو حنیفہ کے پاس گیا تو وہ سر جھکائے ہوئے غور کر رہے تھے مجھ کو دیکھ کر
کہا کہاں سے آئے، میں نے کہا، شریک کے پاس سے، یہ سنکر سر اٹھایا اور یہ شعر پڑھے

ان یحسدونی فانی غیر لائمھم   قبلی من الناس اھل الفضل قد حسدوا
فدام لی ولھم ما بی وما بھم   ومات اکثرنا غیظاً بما یجدوا

(یعنی اگر لوگ مجھ پر حسد کرتے ہیں تو کریں میں ان کو ملامت نہیں کرنے کا، مجھ سے پہلے بھی انسانوں میں سے اہل فضل پر حسد کیا گیا ہے، وہ اپنے حال پر قائم رہیں میں اپنے حال پر، ہم میں سے اکثر حالات پر غصہ کھا کر مر گئے ہیں) یہ بیان کر کے وکیع نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ شریک کی طرف سے کوئی بات ابوحنیفہ کے کان تک پہنچی تھی۔

ایک اور قول جو اس موقع کے مناسب ہے ہم تاریخ خطیب کے ایک دوسرے مقام سے (امام ابویوسف کے حالات میں سے) یہاں نقل کرتے ہیں۔

ایک روز وکیع کی مجلس میں کسی نے کہا ابوحنیفہ نے خطا کی، وکیع نے کہا ابوحنیفہ کس طرح خطا کر سکتے ہیں حالانکہ ابویوسف و زفر جیسے صاحب قیاس، اور یحیی بن زائدہ اور حفص بن غیاث اور حبان اور مندل جیسے حافظان حدیث، اور القاسم بن معن سا لغت اور ادب کا جاننے والا، اور داؤد طائی اور فضیل بن عیاض جیسے زاہد و پارسا ان کے ساتھ ہیں جس کے ایسے ہمنشیں ہوں وہ غلطی نہیں کر سکتا اگر کبھی غلطی کر جائے اس کے جلیس رد کر دیں گے۔

جرح چوالیس صفحات پر مناقب بیان کرنے کے بعد خطیب نے وہ اقوال لکھے ہیں جو امام صاحب کے خلاف کہے گئے ہیں۔ ان اقوال کو نقل کرنے سے پہلے خطیب نے یہ تمہید بیان کی ہے۔

والمحفوظ عند نقلة الحديث عن هؤلاء المذكورين منهم
في ابي حنيفة خلاف ذلك وكلامهم فيه كثير لامور شنيعة

حفظت علیہ یتعلق بعضہا باصول الدیانات وبعضہا بالفروع نحن ذاکروھا، بمشیۃ اللہ ومعتذرون علی من وقف علیہا وکرہ سماعہا بان ابا حنیفۃ عندنا مع جلالۃ قدرہ اسوۃ غیرہ من العلماء الذین دوّنّا ذکرھم فی ھذا الکتاب واوردنا اخبارھم وحکینا اقوال الناس فیہم علی تباینہا واللہ الموفق للصواب

(ناقلانِ حدیث کے یہاں ائمہ مذکورین کے ایسے اقوال بھی ابوحنیفہ کے متعلق محفوظ ہیں جو بیان بالا کے خلاف ہیں، اور انہوں نے ان کی بابتہ کلام بہت کیا ہے، اس کلام کے باعث وہ امور شنیعہ ہیں جو ان کے متعلق محفوظ ہیں ان میں سے بعض تو اصول دین کے متعلق ہیں، بعض فروع کے متعلق، ہم انشاء اللہ ان کا ذکر کریں گے، جو لوگ اس کو سن کرنا پسند کریں ان سے ہم معذرت کرتے ہیں کہ ہم ابوحنیفہ کی جلالتِ قدر کے قائل ہیں تاہم ان کو اس بارہ میں دوسرے علماء کی طرح سمجھتے ہیں کہ ان کے خلاف جو باتیں بیان کی گئی ہیں، ان کو بھی ہم بیان کردیں، جیسا کہ ہم نے دوسرے علما کے ذکر میں کیا ہے)۔

اس تمہید کے بعد اقوال خلاف بیان کئے گئے ہیں جو ۵ صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں، یہ امور شنیعہ جیسا کہ خود خطیب نے بیان کیا ہے بعض تو ان میں سے عقائد کے متعلق ہیں، بعض فروع کے متعلق۔

عقائد کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

یہودی، مشرک، زندیق، دہری، صاحب ہوا، ان سے کفر سے دوبار توبہ کرائی گئی، مرجیہ، جہمی، خلق قرآن کے قائل، اصحاب ابو حنیفہ کا شبہ بالنصاری ہونا۔

فروع کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

خروج علی السلطان، تقیہ کرنا، زنا کا حلال کر دینا، ربوا کا حلال کر دینا، خونریزی حلال کر دی، سنن کی کساد بازاری کی، علیٰ ہذا القیاس۔

یہ واضح رہے کہ جرحین سب کی سب غیر مفسر اور غیر مبین السبب ہیں، ان کے راویوں کی عدالت کی توثیق خطیب نے نہیں کی ہے، یہ دونوں امر اصولاً لازم ہیں۔

مناسب ہوگا کہ امام صاحب پر جو جرحین کی گئی ہیں اس موقع پر ایک تحقیقی نظر ان پر ڈالی جائے، بحث کے دو پہلو ہو سکتے ہیں، نقلی و عقلی۔ نقلی بحث یہ ہے کہ خود خطیب ان جرحوں کی ذمہ داری لینے پر تیار نہیں، چنانچہ ان کے نقل کرنے سے پہلے جو تمہید لکھی ہے وہ اس کی شاہد ہے، جرحین نقل کرنے کی معذرت یہ کی ہے کہ چونکہ وہ روایت کی گئی ہیں اور تمام علما کے متعلق وہ موافق و مخالف امور کی نقل کرتے آئے ہیں، اس لئے ان اقوال کو بھی نقل کرتے ہیں، اسی کے ساتھ امام صاحب کی جلالتِ قدر کو مانتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر مذکورہ بالا جرحوں میں سے فروع یا عقائد کے متعلق ایک جرح بھی ان کے نزدیک ثابت ہوتی تو جلالت قدر درکنار امام صاحب کی قدر بھی ان کے دل میں نہ ہونی چاہئے تھی۔ اس کے علاوہ جرحین نقل کرنے کے ساتھ ساتھ جابجا ان کے تردیدی

اقوال بھی نقل کرتے جاتے ہیں، حالانکہ جرح میں تعدیل کے ذکر کا موقع نہ تھا کہ باب تعدیل و مناقب ختم ہو چکا تھا۔ مثلاً خلق قرآن کے عقیدہ کے روایت بیان کرنے کے بعد امام احمد حنبل کا یہ قول نقل کیا ہے، لم یصح عندنا ان اباحنیفۃ کان یقول القرآن مخلوق (ہمارے نزدیک یہ قول صحیح نہیں کہ ابوحنیفہ قرآن کے مخلوق ہونے کے قائل تھے) اس کے بعد جوزجانی اور معلی بن منصور کا قول نقل کیا ہے: یقولان ما تکلم ابوحنیفۃ ولا ابویوسف ولا زفر ولا محمد ولا احد من اصحابھم فی القرآن وانما تکلم بشر المریسی وابن ابی داؤد فھؤلاء شانوا اصحاب ابی حنیفۃ (ان دونوں کا قول تھا کہ نہ ابوحنیفہ نے نہ ابویوسف نے نہ زفر نے نہ محمد نے اور نہ اور کسی نے ان میں سے قرآن میں کلام کیا ہے، واقعہ یہ ہے کہ بشر مریسی اور ابن ابی داؤد نے کلام کیا ہے اور اصحاب ابوحنیفہ کو بدنام) خود امام صاحب کا ایک قول نقل کیا ہے کہ ایک بار عبداللہ بن المبارک ابوحنیفہ کے پاس گئے، پوچھا کہ تم لوگوں میں کیا چرچا ہو رہا ہے، جواب دیا ایک شخص جہم نامی کا چرچا ہے پوچھا کیا کہتا ہے کہا کہتا ہے، القرآن مخلوق، انہوں نے سن کر یہ آیت پڑھی، کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔ جنت اور نار کے غیر موجود ہونے کی جرح نقل کر کے خطیب کہتے ہیں کہ قول بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ خود راوی ابو مطیع اس کا قائل تھا، ابوحنیفہ نہ تھے۔ امام احمد بن حنبل کی طرف جرح امام صاحب

کے کذاب ہونے کی منسوب ہی اس کو نقل کر کے لکھا ہے کہ یحییٰ بن معین سے پوچھا گیا کہ آیا ابوحنیفہ ثقہ ہیں، قال نعم ثقة ثقة (کہا ہاں ثقہ ہیں ثقہ ہیں) دوسرا قول اُن کا یہ نقل کیا ہے کان ابوحنیفة ثقة لا یحدث بالحدیث الا ما یحفظ ولا یحدث بما لا یحفظ (ابوحنیفہ ثقہ تھے، وہی حدیث روایت کرتے جو ان کو بخوبی یاد ہوتی اور جو بخوبی یاد نہ ہوتی، اس کو روایت نہ کرتے) ان مراتب پر غور کرنے کے بعد صرف یہی رائے قائم ہو سکتی ہے کہ خطیب نے مخالف اقوال نقل کرنے میں اپنا مورخانہ فرض ادا کیا ہے، خود اُن کے وہ قائل نہ تھے، یا یہ کہئے کہ وہ خود ان کی رائے نہ تھی۔

اس کے بعد ہم اصولِ حدیث کی مستند کتابوں سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہیں۔ کتاب المغنی للشیخ طاہر پٹنی صاحب مجمع البحار کی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو جو جرح بالا کا جواب شافی ہے۔ یہ واضح رہے کہ یہ نیز بعد کے آنے والے جوابات کسی حنفی کے لکھے ہوئے نہیں ہیں، سب غیر حنفیوں کے ہیں، ترجمہ ملاحظہ ہو:

> "امام ابوحنیفہ کی طرف ایسے اقوال منسوب کئے گئے ہیں جن سے ان کی شان بالاتر ہے، وہ اقوال خلق قرآن، قدر، ارجا وغیرہ ہیں، ہم کو ضرورت نہیں کہ ان اقوال کے منسوب کرنے والوں کے نام لیں، یہ ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ کا دامن ان سے پاک تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ان کو ایسی شریعت کا دینا

---

۵۷ شیخ موصوف نے یہی عبارت مجمع البحار کے خاتمے میں بھی نقل کی ہے

جو سارے آفاق میں پھیل گئی، اور جس نے رشئے زمین کو ڈھک لیا، اور ان کے مذہب و فقہ کا قبول عام ان کی پاکدامنی کی دلیل ہے، اگر اس میں اللہ تعالیٰ کا سر خفی نہ ہوتا، نصف[1] یا اس کے قریب اسلام ان کی تقلید کے جھنڈے کے نیچے نہ ہوتا، یہاں تک کہ ہمارے زمانے تک جس کو ساڑھے چارسو برس ہو چکے (معلوم ہوتا ہے کہ کاپی نویس نے تسعمائة کو اربعمائة کر دیا ہے۔ شروانی) ان کے فقہ کے مطابق اللہ کی عبادت ہو رہی ہے، اور ان کی رائے پر عمل ہو رہا ہے، اس میں اس کی صحت کی اول درجے کی دلیل ہے، اور ابو جعفر طحاوی نے (جو ان کے مذہب کے سب سے زیادہ اخذ کرنے والوں میں ہیں) ایک کتاب مسمٰی بہ عقیدہ ابو حنیفہ لکھی ہے یہی عقیدہ اہل سنت کا ہے، (خاکسار شروانی کہتا ہے کہ عقائد نسفی بھی اس کی تائید میں پیش کی جا سکتی ہے، جو آج عقائد کی مدار علیہ کتاب ہے) اس میں کوئی عقیدہ ان عقیدوں میں سے موجود نہیں جو ابو حنیفہ کی طرف منسوب کئے گئے ہیں، طحاوی نے ان کا سبب بھی لکھا ہے کہ کیوں وہ قول ان کی طرف منسوب کئے گئے، ہم کو ان کے ذکر کرنے کی اس لئے حاجت نہیں کہ ابو حنیفہ کی شان کا آدمی اور ان کا

---

[1] ملا علی قاری نے مرقاۃ المفاتیح میں اپنے زمانے کے (یعنی گیارہویں صدی کے) حنفیوں کا اندازہ بر بنائے آبادی روم اور ماوراء النہر اور ہندوستان کے کل اہل اسلام میں دو ثلث ہونے کا کیا ہے، اور یہ قرین قیاس ہے، (دیکھو کتاب مذکور کا میرے یہاں کا قلمی نسخہ ورق ۱۳ صفحہ دوم)

مرتبہ جو اسلام میں ہے اس کا محتاج نہیں کہ ان کی طرف سے کوئی معذرت کی جائے۔
(المغنی صفہ۴۳ مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی، حاشیہ تقریب التہذیب)۔

خیالِ بالا کی تائید خود خطیب نے بھی کی ہے، وہ اپنی اصولِ حدیث کی کتاب الکفایہ فی علم الروایہ میں جرح کے قاعدہ کے تحت امام مالک بن انس و امام سفیان ثوری سے شروع کر کے یحییٰ بن معین تک ایک طبقہ قائم کرتے ہیں، اس کے بعد لکھتے ہیں:
"اور جو اصحاب بلندیِ ذکر، استقامتِ حال، اور صداقت کی شہرت اور بصیرت و فہم میں اصحاب بالا کی مثل ہوں اُن کی عدالت کی بابتہ سوال نہیں کیا جا سکتا"۔ اسی سلسلے میں یہ روایت لکھی ہے کہ امام احمد حنبل سے اسحٰق بن راہویہ کی بابتہ سوال کیا گیا تو جواب میں کہا کہ کیا اسحٰق بن راہویہ کی شان کے آدمی کی نسبت سوال کیا جا سکتا ہے، ایسا ہی ایک قول یحییٰ بن معین کا ابو عبید کے بارہ میں روایت کیا ہے (دیکھو الکفایہ فی علم الروایہ صفہ ۱۱۳ و ۱۴۴، میرے کتاب خانے کا قلمی نسخہ) کتاب مذکور میں خطیب نے یہ روایت کر کے کہ جرح وہی مقبول ہو گی جو مشرح ہو لکھا ہے کہ یہی قول ہمارے نزدیک صحیح ہے، اور یہی مذہب حفاظ حدیث میں اماموں کا ہے۔ یہ لکھ کر امام بخاری و امام مسلم وغیرہما کے احتجاج کی مثالیں دی ہیں (دیکھو الکفایہ صفہ ۱۴۲) اب اس قاعدے کی کسوٹی پر اگر ان جرحوں کو آپ کسیں گے جو خطیب نے تاریخ میں امام اعظم کے متعلق غیر مشرح نقل کی ہیں تو صاف عیاں ہو جائے گا کہ وہ خود ان کے نزدیک قابلِ قبول نہیں، اس لئے کہ جب اس طبقے کی عدالت سوال سے بالاتر ہے جس میں اسحٰق بن راہویہ

ہیں تو امام صاحب کی عدالت تو اس سے بدرجہا بالا تر ہے۔ جب اسحٰق بن راہویہ کی شان کے آدمی کی نسبت بقول امام احمد بن حنبل سوال نہیں کیا جا سکتا ہی تو امام اعظم کی شان تو اس سے بہت زیادہ ارفع ہی۔

شیخ الاسلام سبکی نے کتاب طبقات الشافعیہ میں ایک لطیف بحث جرح وتعدیل کے متعلق لکھی ہی، جس کا خلاصہ یہ ہی "جرح وتعدیل کا ایک ضروری و نافع قاعدہ...... ہمارے نزدیک قولِ صواب یہ ہی کہ جس کی امامت و عدالت ثابت ہو اور جس کی تعدیل و تزکیہ کرنے والے بہت ہوں جرح کرنے والے نادر اور اس بات کا قرینہ ہو کہ سبب جرح تعصب مذہبی وغیرہ ہی، تو ہم جرح کی طرف التفات نہ کریں گے، تعدیل کو مان لیں گے، ورنہ اگر یہ دروازہ کھول دیا جائے اور ہم جرح کو تعدیل پر علی الاطلاق مقدم کرنا شروع کر دیں تو کوئی امام ائمہ دین میں سے اس کی زد سے نہ بچے گا، اس لئے کہ کوئی امام نہیں جس پر طعن کرنے والوں نے طعن نہ کیا ہو اور اس کی وجہ سے ہلاک ہونے والے ہلاک نہ ہوئے ہوں، عبدالبر کہتے ہیں صحیح اس معاملے میں یہ ہے کہ جس شخص کی عدالت اور علم میں اس کی امامت اور علم کی جانب توجہ ثابت ہو اس کے متعلق ہم کسی کے قول کی جانب التفات نہ کریں گے اگر اس صورت میں کہ صاف عادلانہ جرح قانونِ شہادت کے مطابق مستند ہو۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ سلف میں بعض کا کلام بعض پر رہا ہے بعض حالتوں

میں وہ تعصب یا حسد پر مبنی ہے، بعض صورتوں میں تاویل و اختلاف اجتہاد اس کا باعث ہوا ہے، حالانکہ جس کی نسبت کلام کیا جاتا ہے وہ اس سے پاک ہوتا ہے، انتہا یہ ہے کہ تاویل و اجتہاد کی بنیاد پر ایک نے دوسرے پر تلوار چلوادی ہے۔

اس کے بعد ابن عبدالبر نے معاصرین کی جماعت کے ایک دوسرے کی نسبت کلام کرنے کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی طرف التفات نہ کیا جائے، اسی بحث میں یحیٰی بن معین کی جرح کا ذکر آتا ہے جو امام شافعی پر ہے اور کہا ہے کہ یہ ابن معین کے لئے ناپسندیدہ اور عیب تھا، اسی سلسلے میں یحیٰی بن معین کے متعلق امام احمد بن حنبل کا یہ قول نقل کیا ہے "ھولا یعرف الشافعی ولا یعرف بالقول الشافعی ومن جھل شیئا عاداہ" (وہ نہ شافعی کو جانتے ہیں ورنہ شافعی کے کلام کو سمجھتے ہیں، اور قاعدہ ہے کہ انسان جو نہیں سمجھتا اس کا دشمن ہو جاتا ہے) آگے جا کر لکھتے ہیں کہ کسی نے ابن المبارک سے کہا کہ فلاں شخص ابو حنیفہ پر اعتراض کرتا ہے، انہوں نے یہ شعر پڑھا ؎

حسدوا ان راؤک فضلک اللہ   بما فضلت بہ النجباء

(لوگوں نے یہ دیکھ کر تجھ سے حسد کیا کہ اللہ نے تجھ پر وہ نوازش کی جو شرفا پر ہوتی ہے)

اور یہ وہ اصول ہے جس پر تمام علما کا اجتماع ہے، چنانچہ ان کا قول ہے کہ جرح جب تک مفسر نہ ہو مقبول نہ ہو گی، شیخ الاسلام سید المتاخرین تقی الدین

ابن دقیق العید نے اپنی کتاب الاقتراح میں لکھا ہے کہ اعراض المسلمین حفرۃ من حفر النار وقف علی شفیرھا طائفتان من الناس، المحدثون والحکام (مسلمانوں کی عزتیں جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہیں جس کے کنارہ پر دو گروہ کھڑے ہوئے ہیں، ایک محدثین دوسرے حکام) ہمارے پاس دو اصول ہیں جن کو ہم پکڑے رہیں گے، جب تک کہ ان کے خلاف قطعی یقین نہ ہو جائے، ایک اصول اس امام مجروح کی عدالت ہے جس کی عظمت قائم ہو چکی ہے، دوسرا اصول جارح کی عدالت جو جرح کرتا ہے، لہٰذا ایسے امام کی جرح کی جانب توجہ نہ کیجائے گی نہ اس جرح سے وہ مجروح کیا جائے گا، اس قاعدہ کو یاد رکھو کہ بہت ضروری قاعدہ ہے" انتہٰی طبقات الشافعیہ خلاصۃً۔

جزاوّل (مطبوعہ مصر مطبع الحسینیہ) ص۱۸۸-۱۸۰

امام سبکی کے آخر الذکر قاعدے کی تائید امام نووی نے بھی اپنے رسالہ اصول حدیث التقریب کی نوع الثالث والعشرین میں کی ہے۔ حافظ ابن صلاح نے لکھا ہے "جس کی عدالت اہل نقل یا ان کی امثال اہل علم میں مشہور ہو اس کے ثقہ اور امین ہونے کی تعریف عام ہو تو اس کی عدالت پر کسی کی شہادت کی ضرورت نہیں، یہی مذہب صحیح شافعی کا ہے، اور اسی پر فن اصول فقہ میں اعتماد ہے، ابوبکر خطیب نے یہی قول اہل حدیث کا نقل کیا ہے، اور ایسے بزرگوں کی مثال ہیں مالک، شعبہ، سفیانین، اوزاعی، لیث، ابن المبارک، وکیع، احمد

بن حنبل، یحییٰ بن معین وامثالہم کے نام لئے ہیں۔ صرف ان لوگوں کی عدالت سے سوال کیا جائے گا جن کا حال مخفی ہو۔ رہی جرح وہ صرف ایسی مقبول ہوگی جو مشرح ہو اور طالبین کے لئے اس کا سبب بیان کیا گیا ہو اس کی وجہ یہ ہی کہ انسان اس میں مختلف الخیال ہیں کہ کون سی بات جارح ہے اور کونسی نہیں۔ ان میں سے کوئی کسی ایسی وجہ کی بنیاد پر جرح کر دیتا ہے جس کا وہ معتقد ہوتا ہے حالانکہ فی الواقع وہ وجہ جرح نہیں ہوتی۔ پس لازم ہی کہ سبب جرح بیان کیا جائے تاکہ یہ دیکھا جاسکے کہ آیا وہ جرح ہے بھی یا نہیں۔ یہ کھلا ہوا اصولِ فقہ اور اصولِ فقہ میں مسلم ہے۔

خطیب نے کہا ہی کہ یہی مذہب حفاظِ حدیث میں اماموں کا ہی جیسے کہ بخاری و مسلم وغیرہما ہیں۔ اسی لئے بخاری نے ایسی ایک جماعت سے روایت کی ہی جس پر ان سے قبل جرح ہو چکی تھی، مثلاً عکرمہ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما یہی عمل مسلم و ابو داؤد کا ہے انتہیٰ (مقدمہ ابن صلاح نوع ۲۳)

اصولِ مذکورۂ بالا کی بنیاد پر ائمۂ رجال نے اپنی کتابوں میں امام اعظم کے متعلق جرح کو غیر مقبول قرار دیکر اس کا نقل کرنا بالکل متروک کر دیا ہی چنانچہ ذیل کے مستند ائمۂ رجال کی کتابیں اس کی شاہد ہیں:-

۱۔ امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں امام اعظم کے صرف حالات و مناقب لکھے ہیں، جرح ایک بھی نہیں لکھی، جو مختصر مناقب موضوع کتاب کے مطابق

لکھ سکے ان کو لکھ کر کہتے ہیں کہ میں نے امام اعظم کے مناقب میں ایک کتاب جداگانہ لکھی ہے۔

۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں جرح نقل نہیں کی، حالات و مناقب لکھنے کے بعد ختم کلام اس دعا پر کیا ہے، مناقب ابی حنیفۃ کثیرۃ جداً فرضی اللہ عنہ واسکنہ الفردوس آمین (امام ابوحنیفہ کے مناقب بہت کثرت سے ہیں، ان کی جزا میں اللہ ان سے راضی ہو اور فردوس میں اُن کو مقام بخشے، آمین)۔

۳۔ امام ممدوح نے تقریب التہذیب میں بھی کوئی جرح نقل نہیں کی۔

۴۔ حافظ صفی الدین خزرجی نے خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال میں صرف مناقب لکھے ہیں، جرح کا ذکر نہیں، امام صاحب کو امام العراق وفقیہ الامۃ کے لقب سے یاد کیا ہے، واضح ہو کہ خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال کے مطالب چار کتابوں کے مطالب ہیں، خود خلاصہ، تذہیب امام ذہبی، تہذیب الکمال امام ابوالحجاج المزی اور الکمال فی اسماء الرجال امام عبدالغنی المقدسی۔ اس طرح یہ مسلک جرح و تعدیل کے چار اماموں کا متفقہ مسلک ہے۔

کتاب الکمال کی بابت حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب کے خطبے میں لکھتے ہیں:

کتاب الکمال فی اسماء الرجال من اجل المصنفات فی معرفۃ حملۃ الآثار وضعاً واعظم المولفات فی بصائر ذوی الالباب وتعب خطبے

کے آخر میں مؤلف الکمال کی بابت لکھا ہے ھو واللہ العدیم النظیر المطلع النحریر۔
تہذیب الاسماء واللغات میں امام نووی نے سات صفحے امام صاحب کے حالات
میں لکھے ہیں جن کا اکثر حصہ تاریخ خطیب بغدادی سے ماخوذ ہے، صرف مناقب
لکھے ہیں، جرح کا ایک لفظ نقل نہیں کیا، مرأۃ الجنان میں امام یافعی شافعی نے
امام صاحب کے حالات میں جرح نہیں لکھی، حالانکہ تاریخ خطیب کے حوالے متعدد
دیئے ہیں، اس سے صاف واضح ہے کہ خطیب کی منقولہ جرح ان کی نظر میں ثابت نہ
تھی۔ فقیہ ابن العماد الحنبلی نے اپنی کتاب شذرات الذہب میں صرف حالات و
مناقب لکھے ہیں، جرح نقل نہیں کی۔

خلاصہ۔ مذکورۂ بالا مستند پندرہ کتابوں کے (جن میں سے پانچ اصول حدیث
کی ہیں، اور دس رجال کی) بیان سے صاف واضح ہے کہ جن اماموں کی عدالت
اور جلالتِ مرتبہ اہل علم و اہل نقل کے نزدیک ثابت ہے، ان کے مقابلے میں کوئی
جرح مقبول و مسموع نہیں۔ ایسے ائمہ کا جو طبقہ مثالاً پیش کیا گیا ہے وہ امام مالک
سے لے کر امام اسحٰق بن راہویہ تک ممتد ہے۔ اصول حدیث کے فیصلے کا ماخذ امام
شافعی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی،
حافظ ابن عبدالبر، وشیخ الاسلام ابن دقیق العید کے اقوال ہیں۔ یہ بھی تصریح
ہے کہ یہی مذہب و مسلک فن اصول فقہ میں معتمد اور اہل حدیث وحفاظِ حدیث کا مقبول
عام مذہب ہے۔ اسی اصول کے اثر سے متاخرین ائمہ رجال نے امام اعظم کے متعلق

جرح کا ذکر اپنی کتابوں میں بالکل متروک کر دیا۔

غالباً اس قدر بحث نقلی پہلو کے اثبات کے لئے کافی ہے۔ نقلی بحث کے بعد عقلی و مورخانہ بحث ملاحظہ ہو۔

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ امام صاحب کے متعلق خطیب بغدادی نے جس قدر جرحین نقل کی ہیں، ان کا مآل کار خود ان کے قول کے مطابق صرف دو پہلو ہیں، اصول دین کے متعلق یا فروع کے متعلق۔ ان جرحوں کا وزن واثر آپ نقلی بحث میں پڑھ چکے ہیں؛ امام صاحب کے جو حالات و واقعاتِ زندگی خطیب نے نقل کئے ہیں ان کی نسبت کسی کی جرح نقل ہی نہیں کی، لہذا وہ واقعات وحالات بجائے خود قائم ہیں۔

کسی تاریخی ہستی کی نسبت رائے قائم کرنے کی مضبوط ترین بنیاد اس کے واقعات وحالات ہو سکتے ہیں، اسی اصول پر ہم یہاں بحث کرتے ہیں۔

امام صاحب کے جو حالات خطیب نے لکھے ہیں ان سے صاف واضح ہوتا ہے کہ وہ اپنے معاصرین میں بہت سے اوصاف کے لحاظ سے فائق تھے، سب سے بڑا شرف ان کی تابعیت تھی، اس کے بعد ان کی وہ عقل وفہم تھی جو قدرت نے ان میں مہمات دین حل کرنے اور نکات شریعت سمجھنے کی ودیعت رکھی تھی، دیکھو خطیب نے ان کی "وفور عقل تیز فہمی و باریک نظری" کے بیان کے لئے جداگانہ باب قائم کیا ہے۔ علی بن عاصم کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر ابوحنیفہ کی عقل

نصف اہل دنیا کی عقل سے تولی جاتی تو اُنہی کا پلہ بھاری رہتا۔ خارجہ ابو مصعب ایک ہزار عالموں سے مل کر یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ ان میں جو تین یا چار عاقل تھے، ان میں ایک ابو حنیفہ تھے، یزید بن ہارون بہت سے انسانوں کو دیکھنے کے بعد کہتے ہیں کہ میں نے ابو حنیفہ سے زیادہ عاقل کوئی نہیں پایا۔ اوپر تم سن چکے کہ امام اعمش نے ان کی تیز نظری کا اعتراف کیا تھا، ان کے کاروبار تجارت کا دائرہ بہت وسیع تھا، اس سلسلہ میں ان کی امانت، حوصلہ، حسن معاملہ، تدبیر، وغیرہ اوصاف تاجرانہ کی تصدیق واقعات کرتے ہیں "حسن معاملہ" کا باب مستقل خطیب نے قائم کیا ہے، خشیت الٰہی ثابت ہے، اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ پارسا اور عابد ہونا ان کا مسلم ہے۔ حسن معاشرت، پاکیزہ صحبت، جود وسخاوت، بلند نظری، اولوالعزمی، مخلوق کی ہمدردی وغمخواری، اظہار حق میں جرأت، سلطانی عطایا سے بے نیازی علم وعلماء کی بے غرضانہ خدمت عظیم، اور اس خدمت کی بدولت اپنے اُستاد امام وقت حماد بن ابی سلیمان کی نظر میں اولاد سے زیادہ عزیز ہونا، یہ وہ اوصاف ہیں جن میں کسی نے کلام نہیں کیا، انہی اوصاف کے اجتماع نے ان کو معاصرین کے طبقے میں بہت بلند کر دیا تھا، اس کا ایک نتیجہ یہ تھا کہ وہ محسود الخلائق تھے، اور یہ ان کی محسودیت اس درجے پر پہنچ گئی تھی کہ ان کے حالات میں اس کا ذکر نمایاں و مستقل ہے۔ قیس بن الربیع ان کے ذکر میں کہتے ہیں کان ابو حنیفۃ رجلا ورعا فقیہا محسوداً (ابو حنیفہ مرد پارسا

فقیہ و محسود تھے، تم حضرت ابن المبارک کا پڑھا ہوا شعر امام سبکی کے بیان میں پڑھ چکے جس میں معترض کے اعتراض کا منشا حسد ظاہر فرمایا ہے خود امام صاحب نے جو شعر پڑھے تھے وہ شاہد ہیں کہ ان کے پاکیزہ قلب میں حاسدین کے حسد کا صدمہ تھا۔ حسن بن عمارہ کا قول ہے کہ لوگ ابو حنیفہ کی نسبت جو کلام کرتے ہیں ان کا منشا حسد ہے، تفقہ میں ان کی فضیلت مسلم تھی، حضرت عبداللہ بن المبارک نے حسن بن عمارہ کا وہ قول نقل فرمایا ہے جو وہ امام صاحب کی رکاب تھامے ہوئے کھڑے تھے، اس میں یہ بھی تھا کہ تم سے زیادہ بلیغ کلام فقہ میں کسی نے نہیں کہا۔ امام شافعی کے اقوال اس بارہ میں آپ پڑھ چکے، امام محمد بن حسن کے حالات میں امام احمد بن حنبل کا اعتراف پڑھ چکے کہ دقت نظر امام محمد سے حاصل کی۔

ان اوصاف کا دوگونہ اثر ہوا، امام صاحب کی احکام شرعیہ کی تحقیق اور ان کا اجتہاد معاصرین کی فہم سے بالاتر ثابت ہوا، فہم کی نارسائی باعث ہوئی اختلاف کا، اختلاف نے جرح کا رنگ اختیار کیا، اسی پر مبنی ہے وہ جرح جو اہل حق نے امام صاحب کے متعلق اصول دین و فروع کی بنیاد پر کی ہے۔ تم اوپر اصول حدیث کا مسلمہ قاعدہ پڑھ چکے کہ اختلاف اجتہاد جس جرح کا منشا ہو وہ جرح نامقبول ہے۔ امام احمد بن حنبل نے فیصلہ فرما دیا "ومن جہل شیئاً عاداہ"۔

دوسرا اثر حسد کے رنگ میں نمایاں ہوا، اصول حدیث نے دوسرا فیصلہ یہ صادر کیا کہ جو جرح حسد کے اثر سے ہو وہ بھی غیر مسموع ہے۔

نظر کو بلند تر کیجئے کہ کیا امت مرحومہ کا سواد اعظم (جس کی تعداد کا اندازہ نصف یا دو ثلث اہل اسلام کیا گیا ہے) ایک یہودی زندیق یا مشرک کے تابع ہو گئی اور اپنی دنیا و آخرت کو اس کے دامن سے باندھ دیا، اگر معاذ اللہ ایسا ہوا تو خود اسلام کے اثر پر کلام کرنا ہوگا۔

کوئی فہم سلیم جو نارسائی یا حسد سے مکدر نہ ہو، کبھی باور نہ کرے گی کہ ہزارہا علمائے ربانی اس ڈیڑھ ہزار برس کے زمانے میں امتِ مرحومہ میں اس تعلیم کے اثر سے پھیلے جو ایک ایسے شخص کے دل و دماغ سے نکلی جس کے اوصاف جارحین نے بیان کئے ہیں، ہمارا قلم بار بار ان کے اعادہ سے تحاشی کرتا ہے، علمائے ربانی سے بڑھ کر گروہا گروہ اولیائے کرام تعلیم بالا پر عمل کر کے مراتب قرب پر فائز ہوئے، ولایت کے دو بڑے سلسلوں چشتی اور نقشبندی کے اکابر مذہب حنفی کے پیرو تھے۔

سب سے بالاتر یہ بحث ہے کہ امام محمد سے لیکر علامہ ابن عابدین تک فقہا کی ہزاروں کتابیں فروع حنفی میں اور امام طحاوی، امام نسفی وغیرہما کی تصانیف عقائد میں حاضر ہیں، ان کی بنیاد پر ثابت کیا جائے کہ جو عقائد و مسائل مجروحہ امام صاحب کی جانب منسوب کئے گئے ہیں وہ کہاں ہیں، آج کروڑوں حنفی

مختلف ممالک میں موجود ہیں ان میں سے کوئی خلق قرآن ارجار وغیرہ عقائد یا حلت زنا وغیرہ مسائل فروعی کا قائل ہے؟ جواب یہی ہے کہ ایک بھی نہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بنیاد جرح یا غلط فہمی ہی یا حسد اور ان دونوں بنیاد پر جو عمارت قائم ہوگی ظاہر ہے وہ قائم و دیرپا نہیں رہ سکتی تھی، چنانچہ یہی ہوا۔ سوء فہم اور حسد کے غبار کے چھٹ جانے کے بعد اصول حدیث و علم رجال دونوں نے بالاتفاق ان جرحوں کے بے اصل اور غیر مقبول ہونے کا فیصلہ صادر کر دیا۔

موقع ہے کہ اس سلسلے میں فقہ حنفی کی تاریخی حقیقت سے بھی بحث کی جائے۔ آپ نے اوپر خلف بن ایوب کا قول پڑھا کہ اللہ تعالیٰ سے علم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا، حضرت سید المرسلین سے صحابۂ کرام کو، صحابۂ کرام سے تابعین کو، تابعین سے امام ابوحنیفہ کو۔

حافظ ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین من رب العالمین میں اس کے متعلق سیر حاصل بحث کی ہے، اس کے مطالب خلاصۃً لکھے جاتے ہیں:

"علمائے امت دو قسم میں منحصر ہیں، ایک حفاظ حدیث جنھوں نے دین کے خزانوں کی حفاظت کی اور اس کے چشموں کو تکدر و تغیر سے پاک صاف رکھا انھی کی کوششوں کا اثر تھا کہ جن لوگوں کی طرف اللہ پاک کی جانب سے بہتری بڑھی وہ پاک چشموں پر وارد ہوئے۔ دوسری قسم فقہائے اسلام ہیں، جن کے اقوال پر مخلوق میں فتویٰ کا دارومدار ہے، یہ گروہ استنباط احکام کے

ساتھ مخصوص ہے، انہوں نے قواعد حلال وحرام کے انضباط کا اہتمام کیا وہ زمین پر آسمانوں کے تاروں کی مثال ہیں کہ ان کی وجہ سے تاریکی میں بھٹکنے والے ہدایت پاتے ہیں، کھانے پینے سے بھی زیادہ انسان اُن کے محتاج ہیں، اور اُن کی اطاعت نص کے رو سے ماں باپ سے بھی زیادہ فرض ہے۔ ایک روایت میں اولی الامر سے مراد علماء ہیں، دوسری میں امرا۔ سب سے اوّل سید المرسلین نے تبلیغ کے منصب شریف کو ادا کیا، آپ کے بعد صحابہ نے اس بارہ میں بعض صحابہ مکثر تھے، بعض متوسط، بعض مقلّ صحابہ میں سے جن کے فتوی محفوظ ہیں وہ ایک سو کچھ اوپر تیس تھے، ان میں مرد اور بی بی دونوں شامل ہیں، اُن میں سے جن کے فتوے کثیر ہیں وہ (حضرات) عمرؓ بن خطاب، علیؓ بن ابی طالب، عبد اللہؓ بن مسعود، عائشہؓ ام المومنین، زیدؓ بن ثابت، عبد اللہؓ بن عباسؓ اور عبد اللہ بن عمرؓ ہیں، ان میں سے ہر ایک کے فتووں سے ایک ضخیم جلد مرتب ہو سکتی ہے

مسروق کا قول ہے کہ میں صحابہ کی صحبت میں رہا، ان کا علم چھ کو پہنچا، علی، عبد اللہ، عمر، زید بن ثابت، ابو الدرداء، اُبی ابن کعب (رضی اللہ عنہم اجمعین) ان چھ کا علم دو کو پہنچا، علی و عبد اللہ [1]

یہ بھی مسروق کا قول ہے کہ صحابہ کی مثال پانی کے تالابوں کی ہے، ایک ایسا

۱؎ امام نووی التقریب اصول حدیث میں لکھتے ہیں، صحابہ کا علم چھ پر منتہی ہوا، عمرؓ، علیؓ، اُبیؓ، زید بن ثابت، ابو الدرداء، ابن مسعود، اس کے بعد ان چھ کا علم علی و عبد اللہ پر منتہی ہوا (دیکھو التقریب النوع ۲۴)

تالاب ہے جس سے ایک سوار سیراب ہو، ایک ایسا جس سے دس سوار سیراب ہوں
ایک ایسا جس سے روئے زمین کے آدمی سیراب ہو جائیں۔

عبداللہ (بن مسعود) انہی میں سے ہیں جن چار سے قرآن حاصل کرنے کا ارشاد نبوی ہوا اُن میں ابن ام عبد کا نام اوّل لیا۔ اعمش نے ابراہیم سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب کسی معاملے میں (حضرت) عمرؓ و عبداللہ جمع ہو جاتے تھے تو وہ اُس کی برابر کسی کو نہ سمجھتے تھے، اگر دونوں میں اختلاف ہوتا تو عبداللہ کے قول کو زیادہ پسند کرتے اس لئے کہ وہ زیادہ باریک بین تھے (انہ کان الطف)

ابن مسعودؓ کے متعلق (حضرت عمر کا) قول ہے کنیف ملیٔ علما۔ علم سے بھرا ہوا ایک تھیلا ہے ابو موسیٰ کا قول ہے کہ عبداللہ کی ایک مجلس میں بیٹھنا ایک سال کے عمل سے زیادہ میرے نفس میں تاثیر کرتا ہے ...... علی بن ابی طالب علیہ السلام کے احکام و فتاوی پھیلے مگر خدا شیعوں کو غارت کرے انہوں نے ان کا بہت سا علم ان پر جھوٹ باندھکر فاسد کر دیا، اس لئے صحیح روایتوں میں ان کی وہی حدیث یا فتوی معتبر خیال کرتے ہیں جو اہلبیت یا اصحاب عبداللہ بن مسعود کے ذریعہ سے پہنچا ہے، خود حضرت کو اس کا شکوہ تھا کہ اُن کے علم کے حامل نہیں۔ کما قال ان ھٰھنا علما لو اصبت لہ الحملۃ (یہاں بڑا علم ہے اگر لینے والے اس تک پہنچیں)[1]۔ محمد بن جریر طبری کا قول ہے کہ حضرت عمرؓ کے اصحاب

---

[1] اس قول کی تائید امام مسلم نے مقدمہ صحیح مسلم میں کی ہے لکھا ہے کہ المغیرہ ان (باقی نوٹ برصفحہ آئندہ)

میں سے ایک بھی ایسا نہ ہوا جس نے ان کے فتاویٰ اور مذاہب فی الفقہ لکھے ہوں سوائے ابن مسعود کے وہ اپنا قول اور مذہب قول عمر کے مقابلے میں ترک کر دیتے تھے، ان کی مخالفت کسی مسائلے میں نہیں کرتے تھے۔ دین اور مذہب امت میں اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ، اصحاب زید بن ثابت، اصحاب عبداللہ بن عمرؓ اور اصحاب عبداللہ ابن عباس سے پھیلا انہی چار کے اصحاب سے سارے آدمیوں کو علم پہنچا ہے صحابہ کے بعد ان کے تلامذہ ...... کوفہ میں علقمہ بن قیس النخعی، اسود، عمرو ابن شرجبیل، مسروق الہمدانی، قاضی شریح ..... تھے یہ سب کے سب اصحاب علیؓ و عبداللہ بن مسعودؓ ہیں، اور اکابر تابعین سے ہیں۔ اکابر صحابہ کی موجودگی میں فتویٰ دیتے تھے اور وہ اس کو جائز رکھتے تھے اس طبقے کے بعد ابراہیم نخعی و عامر الشعبی و سعید بن جبیر ... ہوئے ان کے بعد حماد بن ابی سلیمان، سلیمان المعتمر، سلیمان الاعمش، اور مسعر بن کدام۔ ان کے بعد محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ...... سفیان ثوری، اور ابو حنیفہ ہوئے۔ ...... ان کے بعد حفص بن غیاث، وکیع بن الجراح اور اصحاب ابو حنیفہ مثل ابو یوسف القاضی، زفر بن ہذیل، حماد بن ابو حنیفہ، حسن بن زیاد القاضی اور

(باقی نوٹ گزشتہ) روایتوں میں سے جو حضرت علیؓ سے کی جاتیں صرف وہ روایت قبول کرتے جو اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ کی سند سے ہوتی۔ یہ بھی لکھا ہے کہ اصحاب علی نے ان کا علم فاسد کر دیا (دیکھو مقدمہ صحیح مسلم حاشیہ قسطلانی ج ا صفحہ ۱۱۲)

محمد بن حسن قاضی رقہ ہوئے" (انتہیٰ اعلام الموقعین خلاصۃً)

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے بھی حجۃ اللہ البالغہ میں یہ بحث لکھی ہے حافظ ابن قیم اور شاہ صاحب کی بحث میں تفصیل اور اجمال کا فرق ہے۔

اقوال بالا کی بنیاد پر فقہ حنفی کا سلسلہ حسب ذیل بصورت شجرہ قائم کیا جاسکتا ہے:

حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

علقمہ — الاسود النخعی — عمرو بن شرحبیل — مسروق الہمدانی — قاضی شریح

ابراہیم النخعی

حماد بن ابی سلیمان

ابو حنیفہ

ابو یوسف قاضی — محمد بن حسن القاضی — زفر بن ہذیل — حسن بن زیاد اللؤلؤی القاضی — حماد بن ابی حنیفہ
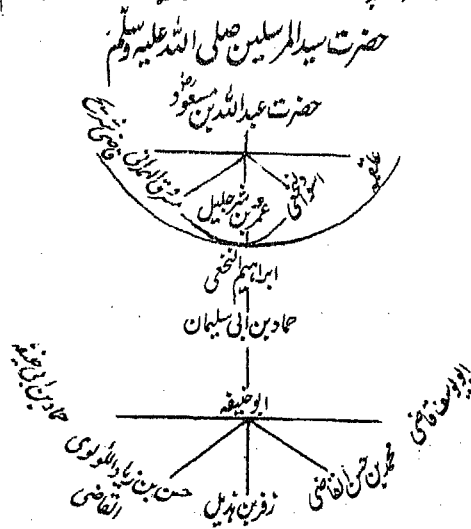
فقہ حنفی پر بحث کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ رجالِ فقہ موصوف کے حالات مختصراً بیان کر دیئے جائیں، جن سے ان حضرات کا مرتبہ علمی و عملی معلوم ہو سکے۔

یہ آپ معلوم کر چکے ہیں کہ فقہ کے مرجع کل آنحضرتؐ کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہیں

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ[1] | کنیت ابو عبدالرحمٰن، قدیم الاسلام، اُن سے پہلے صرف پانچ

---

[1] ان حالات کا ماخذ طبقات ابن سعد، تاریخ الخطیب، اسد الغابہ، الاستیعاب، الاصابہ، اعلام الموقعین اور نزہۃ الابرار فی الاسامی والاخبار ہیں، شروانی

حضرات اسلام لا چکے تھے۔ اسلام لانے کے وقت عمر کا تخمینہ بتیس سال کے قریب ہوتا ہے۔ مشرف باسلام ہونے کے وقت ہی تعلیم قرآن کی التجا پیش کی ارشاد ہوا' انك نعلام معلم بے شک وشبہ تم نوجوان معلم ہو۔ ستر سورتیں خود ذات اقدس سے حفظ کیں، پہلے شخص ہیں جنہوں نے آنحضرت کی طرف سے کفار قریش کو قرآن مجید (سورۂ الرحمٰن) حرم میں سنایا' سخت زحمت اٹھائی' کفار منہ پر ضربیں مارتے تھے اور یہ سورۂ الرحمٰن سنائے جاتے تھے' کسی نے اس تکلیف پر پر اظہار افسوس کیا تو فرمایا کہو تو پھر سنا دوں' اب کفار سے زیادہ کوئی میری نظر میں ناچیز نہیں' یہ گویا پہلا سبق معلمی کا تھا۔

اسلام سے مشرف ہونے کے بعد بھی حضرت سرورِ عالمؐ نے ان کو اپنی خدمت سے مخصوص کر لیا تھا' اذنِ عام تھا کہ پردہ اٹھا کر خدمت میں چلے آئیں' راز کی باتیں بھی سنیں مگر جب کہ روک دیئے جائیں' باہر تشریف آوری کے وقت نعلین مبارک پہناتے' عصا لیکر دائیں جانب آگے چلتے' مجلس کے قریب پہنچکر نعلین مبارک اتار کر بغل میں رکھ لیتے' عصا پیش کرتے' مراجعت کے وقت بھی یہی عمل ہوتا' واپسی پر اوّل حجرہ میں داخل ہوتے' وضو کے وقت مسواک پیش کرتے۔ صحابۂ کرام میں صاحب النعلین والسواک والسواد ان کا لقب تھا' یعنی نعلین مبارک' مسواک اور راز کے محافظ۔ سفر میں بستر مبارک' طہارت کا پانی' مسواک' نعلین مبارک ان کی تحویل میں رہتیں حضرت

ابو موسیٰ اشعریؓ جب یمن سے مدینہ طیبہ پہنچے ہیں تو کثرت بار یابی دیکھ کر حضرت ابن مسعود اور ان کی والدہ کو اہلبیت سمجھے۔ دو بار ہجرت کی، ایک بار حبشہ کو دوبارہ مدینہ منورہ کو۔ تمام غزووں میں شریک ہوئے بدر میں ابوجہل کا سر خود اس کی تلوار سے کاٹا۔ جو صلے میں عطا ہوئی۔ ضعیف الجثہ تھے ایک موقعہ پر ان کی باریک پنڈلیاں دیکھ کر صحابۂ کرام ہنس پڑے تو آپ نے فرمایا عبداللہ قیامت کے دن میزان میں احد سے بھی زیادہ بھاری ہوں گے۔ دوسری روایت میں ہے کہ عبداللہ کا ایک پاؤں اُحد سے زیادہ بھاری ہوگا۔ جنت کی بشارت پائی۔

۳۲ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی حضرت عثمانؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، بقیع میں دفن ہوئے حضرت ابو درداءؓ نے خبر وفات سن کر کہا ماترک خلفہ مثلہ اپنا مثل نہیں چھوڑ گئے عمر کچھ اوپر ساٹھ برس کی ہوئی۔

لباس عمدہ سپید پہنتے تھے عطر بہت لگاتے، رات میں عطر کی خوشبو سے پہچان لئے جاتے، دولتمند تھے، ۹۰۰۰۰ نوّے ہزار درہم ترکے میں چھوڑے ۲۰۰۰۰ بیس ہزار درہم خزانۂ خلافت میں جمع تھے، وہ بھی ورثا کو ملے۔

حضرت سرورِ عالم اُن سے قرآن مجید پڑھوا کر سنتے تھے، حیاتِ مبارک کے سالِ آخر میں جب حضرت جبرئیل نے رمضان میں دو بار کلام مجید آپ کو سنایا تو یہ بھی حاضر تھے، اس طرح اخیر نسخ و تبدیل سے آگاہی کا موقع ملا۔

ارشاد نبوی ہے کہ جس کو یہ محبوب ہو کہ قرآن اسی طراوت و تازگی سے پڑھے جیسا کہ وہ نازل ہوا ہے تو اس کو چاہئے کہ ابن ام عبد کی قرأت سے پڑھے۔ ارشاد ہے وتمسکوا بعھد ابن ام عبد ابن مسعودؓ کی ہدایت اور حکم کو مضبوط پکڑے رہو۔ جن چار صاحبوں سے قرآن سیکھنے کا حکم فرمایا گیا ان میں اوّل ان کا نام لیا، باقی تین صاحب یہ ہیں (حضرت) معاذ بن جبلؓ، اُبی بن کعبؓ اور سالم مولیٰؓ ابی حذیفہ۔ حافظِ قرآن تھے، صحابۂ کرام میں ان کا اقرب الی اللہ وسیلۃً اور اقربھم زلفیٰ (سب سے زیادہ اللہ سے قریب) ہونا مسلم تھا۔ ہیئت ظاہری سیرت اور طریقے میں اور شان و وقار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ اسی طرح علقمہ حضرت ابن مسعودؓ سے مشابہ تھے۔

حضرت عمرؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں حضرت عمار بن یاسر کو امیر کوفہ اور ان کو وزیر و معلم بنا کر بھیجا۔ اہلِ کوفہ کو اس موقع پر لکھا میں ان دو صاحبوں کو بھیجتا ہوں جو نجبار صحابہ سے ہیں اور اہلِ بدر سے ہیں اُن کی اقتدا اور اطاعت کرو اور حکم مانو۔ عبداللہ بن مسعودؓ کو میں نے قسم ہے رب کی اپنے اوپر ایثار کر کے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ ان کی نسبت حضرت عمرؓ کا قول ہے کنیف ملاء علماً۔ ایک تھیلا ہیں علم سے بھرے ہوئے یہ قول تین بار مکرر فرمایا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے "قرأ القرآن فاحل حلالہ وحرم حرامہ فقیہ الدین عالم السنۃ" ابن مسعود نے قرآن پڑھکر جو اس میں حلال تھا اس کو حلال کیا اور

جو حرام تھا اس کو حرام دین کے فقیہ ہیں سنت کے عالم، امام شعبی کا قول ہے:
ماکان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افقہ من صاحبنا عبد اللہ
بن مسعود (اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہمارے استاد عبد اللہ بن
مسعودؓ سے بڑھکر کوئی فقیہ نہ تھا)۔

روایت حدیث بہت کم کرتے تھے الفاظ حدیث میں سخت احتیاط کرتے تھے
جس وقت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زبان سے نکلتا کانپ اٹھتے فرماتے
تھے لیس العلم بکثرۃ الروایۃ ولکن العلم الخشیۃ (علم کثرت روایت کو نہیں
کہتے بلکہ علم خدا سے ڈرنے کو کہتے ہیں) عمرو بن میمون کا قول ہے کہ میں ایک برس
عبد اللہ بن مسعود کے پاس رہا، ایک دن بھی انہوں نے رسول اللہ سے حدیث
روایت نہیں کی، نہ یہ کہا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک بار
حدیث بیان کی اور ان کی زبان پر لفظ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جاری ہوا، بیقرار ہوگئے، میں نے دیکھا کہ ان کی پیشانی سے پسینہ ٹپک رہا تھا،
الفاظ بالا کہکر یہ الفاظ کہے، انشاء اللہ اما فوق ذالک واما قریب من ذالک
او دون ذالک (انشاء اللہ یا اس سے بڑھکر یا اس کے قریب یا اس سے کم)
حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے حدیث سنی۔ حضرات ابن عباسؓ، ابن عمرؓ اور
ابن زبیرؓ نے منجملہ دیگر صحابہ کے ان سے حدیث سنی، تابعین میں علقمہ، اسود،
مسروق، ابووائل شقیق، شریح وغیرہم نے۔

حالات بالا پر ایک نظر | حضرت ابن مسعودؓ کے حسب ذیل اوصاف نمایاں ہیں قدیم الاسلام ہونا، ابتداء سے انتہا تک ذات اقدس سے قرب تام اور شرف خدمت، معتمد ومحرم اسرار ہونا، وفور علم وشان معلمی وخوبی تعلیم، حافظ واعلم بکتاب اللہ ہونا، علم وفقہ وسنت میں فوقیت اور تفقہ میں باریک نظری، قرب الٰہی ووسیلہ الی اللہ ہونے میں امتیاز، ہئیت ظاہری، سیرت اور طریقے میں اور شان ووقار میں سب سے زیادہ آپ سے مشابہ ہونا، آنحضرت صلعم کا ارشاد تمسکوا بعهد ابن ام عبد (ابن مسعود کی ہدایت اور حکم کو مضبوط پکڑے رہو) حضرت عمر کا ان کے علم وتفقہ پر اعتماد کلی، اہل کوفہ کو ان کی اقتدا اطاعت اور ان کے حکم ماننے کا امر، حضرت علی کی ان کے علم کتاب وفقہ وسنت کی توثیق، فقہ میں باریک نظری، روایت حدیث کی تقلیل اور حفاظت الفاظ میں احتیاط۔

یہ تم سن چکے کہ تمام صحابۂ کرام کے علم کے حامل چھ حضرات تھے: حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابن عباس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین یہ بھی سن چکے ہو کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کا علم حضرت ابن مسعودؓ اور ان کے شاگردوں کے پاس رہا، حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباسؓ نے ان سے حدیث سنی، مسروق کا قول گزر چکا کہ چھ کا علم دو کو پہنچا حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت علی کو یہ بھی سن چکے کہ

حضرت علی کا علم وہی محفوظ رہا جو اہلِ بیت اطہار کے سینوں میں رہا یا حضرت ابن مسعودؓ کے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ علم صحابہ کے مرجع اخیر اور خزینہ دار حضرت ابن مسعودؓ تھے رضی اللہ عنہ۔

اس خلاصۂ حالات سے حضرت ابن مسعودؓ کے وجود کی عظمت، علم و تعلیم کی جلالت ثابت ہوتی ہے۔ اسی کا اثر تھا جو خطیب نے لکھا ہے کہ فبث عبد اللہ فیھم علما کثیرا وفقه منھم جما غفیرا (عبد اللہ نے اہل کوفہ میں علم بکثرت پھیلایا، اور گروہ کثیر کو فقیہ بنا دیا) حضرت ابن مسعودؓ کے شاگردوں کی بابت حافظ ابن قیمؒ کا قول پڑھ چکے کہ اکابر تابعین سے تھے، اور اکابر صحابہ کی موجودگی میں فتویٰ دیتے تھے، جس کو وہ حضرات جائز رکھتے۔

علقمہ بن قیس النخعی ہیں، التابعی الکبیر الجلیل الفقیہ البارع (بڑی شان کے جلیل القدر تابعی فقہی عقل و دانش میں فائق) کان من الربانیین (علمائے ربانی میں سے تھے) اجمعوا علی جلالته وعظم محله ووفور علمه وجمیل طریقته (ان کی جلالتِ شان، عالی قدری اور خوبیِ طریقہ پر اجماع ہی) ابراہیم النخعی کا قول ہے، کان علقمة یشبه بابن مسعود (علقمہ ابن مسعود سے مشابہ تھے) (تہذیب الاسماء نووی)۔

دیکھو عہد اسلام کی سیر حاصلی، ان کے دو بھتیجے، اسود اور عبد الرحمٰن بلند مرتبہ تابعی ہیں، اور ایک نواسہ ابراہیم نخعی۔ ایک گھر میں چار عالی قدر تابعی!

مسروق الہمدانی | اتفقوا علی جلالتہ وتوثیقہ وامامتہ (ان کی جلالت امامت اور ثقہ ہونے پر اجماع ہے) حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ سے ملاقات کی، امام شعبی کے استاد ہیں (تہذیب الاسماء)

اسود النخعی | تابعی فقیہ امام صالح۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمرؓ کو دیکھا، حضرت علیؓ حضرت ابن مسعود و حضرت عائشہؓ وغیرہم سے روایت کی، اتفقوا علی توثیقہ وجلالتہ (ان کے ثقہ ہونے اور جلالت پر اتفاق ہے) انشی حج اور عمرے علیحدہ علیحدہ کئے (〃 〃 〃)

عمرو بن شرحبیل | الہمدانی، امام بخاری مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے ان سے روایت کی ہے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے روایت کی (خلاصہ تہذیب) ثقہ عابد تھے (تقریب التہذیب)

شریح القاضی | زمانۂ نبوت پایا حضوری سے مشرف نہ ہوئے، حضرت عمرؓ نے ان کو قاضی کوفہ مقرر کیا، وہاں ساٹھ برس تک قاضی رہے، حضرت علیؓ نے ان سے فرمایا انت اقضی العرب (تم عربوں میں قضا میں فائق ہو) ان کی روایتوں کے حجت ہونے اور ان کے ثقہ ہونے اور دین و فضل پر اور ذکاوت پر اتفاق ہے، نیز ان کے سب سے زیادہ عالم قضا ہونے پر (تہذیب الاسماء)

ابراہیم النخعی | تابعی جلیل القدر، حضرت عائشہ کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ ان کے ثقہ ہونے، جلالت شان اور فقہ میں فائق ہونے پر اتفاق ہے۔

شعبی نے ان کی وفات کے وقت فرمایا ما ترک احداً اعلم منه وافقهُ (انہوں نے اپنے آپ سے زیادہ عالم اور فقیہ نہیں چھوڑا) اعمش کا قول ہے کان النخعی صیرفی الحدیث (نخعی حدیث کے نقاد تھے) (تہذیب الاسماء)

حماد بن ابی سلیمان | اشعری کوفی ہیں، ابو اسمٰعیل کنیت، حضرت انس اور ابن المسیب اور ابراہیم سے روایت کی اور ان سے ...... ابو حنیفہ اور شعبہ نے ثقہ امام مجتہد سخی وجواد تھے۔ ابو اسحٰق کا قول ہے کہ وہ شعبی سے فقہ میں فائق تھے (الکاشف للذہبی)

فقہ حنفی پر ایک نظر

(۱) بیان بالا سے واضح ہو چکا کہ جس علم صحابہ کرام کے مرجع آخر و خزینہ دار حضرت ابن مسعودؓ تھے، وہ تابعین کبار کو پہنچا، ان سے ابراہیم نخعی کو، ان سے حماد بن ابی سلیمان کو، ان سے امام ابو حنیفہ کو، ان سے ابو یوسف و محمد بن حسن وغیرہما تلامذہ کو یہی وہ علم تھا جس کی تدوین و ترویج کا اہتمام اکابر صحابہ کرام نے اہتمام کتاب اللہ کے بعد اس زمانے میں کیا جب کہ روایتِ حدیث قلیل تھی، بلکہ روکی جاتی تھی۔ خلفائے راشدین کا دور اسی کے اہتمام میں صرف ہو گیا، امام اعظم اور ان کے تلامذہ کی کوششوں نے اس علم دین کو مدوّن و مرتب کر کے ایک ایسا آئین شریعت ملک و ملت کے سامنے رکھ دیا جو حق و ہدایت کی قوت سے دنیائے اسلام کی عبادات و معاملات کی ضرورتوں اور

(امام اعظم)

حاجتوں کو روا کرنے اور دنیائے اسلام میں پھیلنے کے لئے تیار اور آمادہ تھا۔ اس علم کی یہ عجیب خصوصیت ہے کہ چار پشت تک تابعین کے سینوں میں رہنے کے بعد اُمت کو ملا، اس کا نتیجہ بدیہی یہ ہے کہ امام اعظم کا علم صحابۂ کرام کے علم کا مجموعہ ہے اور وہ فقہ حنفی ہے۔

(۲) مذہب اسلام روئے زمین کے انسانوں کے لئے آخری دینِ الٰہی ہے، اس کا اعلان ہے کہ اللہ اور اس کے رسول غالب رہیں گے، یہ بھی اس کا اعلان ہے کہ وہ تمام ادیان پر حق وہدایت کی قوت سے غالب رہے گا، اور یہ بھی کہ حزب اللہ کا طرۂ امتیاز غلبہ ہے۔

اسلام کے فرقِ باطلہ کے باطل ہونے کی بڑی دلیل اس میں ہے کہ وہ کبھی دیرپا غلبہ روئے زمین پر نہ پا سکے، ان کا کارنامہ ہی ہے کہ کسی نہ کسی طرح انہوں نے اپنے وجود کو قائم رکھا، مثال کے لئے دیکھو فرقہ باطنیہ کی تاریخ۔

مذاہب حقہ میں سب سے زیادہ غلبہ مذہب حنفی کو ابتداء سے آج تک حاصل رہا ہے۔ مورخین ومحدثین اس کے شیوع کو زمین پر چھا جانے سے تعبیر کرتے ہیں۔ امام سفیان بن عیینہ کا قول تم نے پڑھا ہے کہ ابوحنیفہ کی رائے آفاق میں پہونچ گئی (وقد بلغ الآفاق) خطیب نے امام ابویوسف کے حالات میں لکھا ہے وبث علم ابی حنیفة فی اقطار الارض انہوں نے ابوحنیفہ کا علم زمین

کے ایک کنارہ سے دوسرے کنارے تک پہنچا دیا۔

تم اوپر پڑھ چکے ہو کہ شیخ طاہر پٹنی صاحب مجمع البحار نے المغنی میں فقہ حنفی کا وصف سارے آفاق میں پھیل جانا اور روئے زمین کو ڈھک لینا لکھا ہے۔ ان کے الفاظ ہیں "العلم المنتشر فی الآفاق وعلم طبق الارض"۔ یہ بھی لکھا ہے کہ اگر مذہب وفقہ حنفی میں اللہ تعالیٰ کا سر خفی نہ ہوتا تو نصف یا اس کے قریب اسلام اُس کی تقلید کے جھنڈے کے نیچے جمع نہ ہوجاتا۔ ملا علی قاری نے دو ثلث اہلِ اسلام کا گیارہویں صدی ہجری میں حنفی ہونا لکھا ہے۔

اس کی قوتِ ظہور اور خوبی تدوین وکمالِ ترتیب کا اندازہ اس سے کرو کہ امام اعظم کی وفات کے ٹھیک سولہ برس بعد خلیفہ بغداد مہدی کے عہد میں امام ابو یوسف ۱۶۶ھ میں قاضی مقرر ہوتے ہیں، وہ قوت ان کے علم میں ہے کہ عہد اسلام میں اول مرتبہ قاضی القضاۃ کی طیلسان ان کے وجود پر راست آتی ہے، اور فقہ حنفی روئے زمین پر کار فرما بن جاتی ہے۔ ہارون الرشید کی خلافت کے نمایاں قاضی القضاۃ اوّل امام ابو یوسف ہی ٹھہرے۔ خلافت عباسیہ کے بعد جتنی ایسی قوتیں برسر کار آئیں جن کی قوت اور غلبہ کو بین الاقوام اور بین الممالک مرتبہ حاصل ہوا وہ قریباً سب کے سب حنفی تھیں، مثلاً آلِ سلجوق، آلِ عثمان، عالمگیری ہندوستان بجائے خود ایک براعظم تھا یاد تازہ کرو حافظ ابن قیم کے اس بیان کی کہ مسروق کا قول ہے کہ حضرت ابن مسعود کا علم وہ خلیج ہے کہ اگر اس پر روئے زمین کے تشنہ کام وارد ہو جائیں تو سیراب ہو سکیں، ملاؤ اس کے ساتھ حضرت مجدد الف ثانی کا

کشف کہ نظر کشفی میں دوسرے مذاہب حیاض وجداول کی شکل میں منکشف ہوتے ہیں، مذہب حنفی بہ شکل دریائے زخار جو عرش سے گر رہا ہے۔ دوسرے مذاہب حقہ عموماً یا ملک سے مخصوص رہے یا نسل سے، بین الاقوامی مرتبہ کمتر پا سکے۔

اسلام کی قوت وحقانیت کی کھلی ہوئی دلیل اس میں ہے کہ اس کے احکام میں مختلف ممالک ومختلف نسلہائے انسانی کی ضرورتوں کا لحاظ پایا جاتا ہے اور ان کے حامل مذاہب حقہ ہیں، اگر کبھی یہ بحث لکھی جائے کہ مذاہب اربعہ مختلف ممالک اور مختلف نسلوں میں کس مناسبت سے پھیلے تو علم نفسیات کا دلچسپ باب ہوگا۔

دیکھو تابعین وتبع تابعین کے دور میں ہزاروں نہیں تو سینکڑوں صاحب مذہب امام ومجتہد تھے، جن کے مذاہب پھیلے اور مضمحل ہوگئے، بالآخر تبوع چار ہی رہے۔

ان میں بھی جو شیوع وغلبہ مذہب حنفی کو رہا ظاہر ہے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں غلبہ وظہور کی جو قوت دبرق حق وہدیٰ کی مدد سے تھی اس کا وافر حصہ مذہب حنفی میں ودیعت تھا، اور یہی وہ خفی سرّ الٰہی ہے جس کو شیخ طاہر پٹنی مذہب حنفی کی کامیابی وغلبہ کا سبب بتاتے ہیں۔ ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے، عام طور پر مذہب حنفی اور مذہب مالکی کی کامیابی کا سہرا امام ابو یوسف اور امام یحییٰ بن یحییٰ المصمودی کے سر باندھا جاتا ہے کہ ان کا وجود نہ ہوتا تو شیوع حاصل نہ ہوتا۔ یہ صحیح ہے کہ یہ دونوں امام ان دونوں مذہبوں کے شیوع ورواج کا زبردست ذریعہ بنے، لیکن یہ صحیح نہیں کہ ان کے شیوع اور ترویج کی علت تامہ وہ دونوں ہیں۔ اس پر غور کرنا چاہیے کہ تعلیم سے شاگرد پیدا ہوتے ہیں، تصانیف پیدا ہوتی ہیں نہ یہ

کہ استاد کی تعلیم کی خوبی شاگرد پیدا کرتا ہے شخصی کوششوں سے فروغ و رواج تعلیم ضرور ہوتا ہے، مگر عالمگیر غلبہ و ظہور جو صدیوں تک قایم و باقی رہے وہ خود اس تعلیم کی اندرونی قوت و اثر ہی سے ہو سکتا ہے۔ بالآخر کامل شاگردوں کا وجود بھی تو قوت و خوبی تعلیم کا منت کش ہے، امام ابو یوسف اور امام یحیی بھی مذہب حنفی و مالکی کی قوت کا ثبوت ہیں[1]۔

نتیجۂ واقعاتِ بالا یہ ہے کہ محدثین کرام کی شہادت و توثیق کے بموجب امام ابو حنیفہ کا علم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا علم تھا جو تیئیس برس کی ضمنیتِ تام اور قربِ خاص میں مشکوٰۃ نبوت سے براہ راست حاصل کیا گیا، اور جو بالآخر تمام صحابۂ کرام کے علم کا مجموعہ بنا، اور چار پشت تک تابعین کبار و کرام کے سینوں سے گزر کر امام اعظم کے تلامذۂ رشید کو پہنچا اور انھوں نے عالم اسلام کو پہنچایا، اور جو آخر تک فقہائے عظام کی کوششوں سے ایک عالم کے واسطے سرمایۂ اعمال حسنہ بنا ہوا ہے، اور چونکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اقرب الی اللہ وسیلۃً تھے لہذا خالقِ اکبر جل جلالہٗ کی بارگاہ میں اس کے عاجز بندوں کے لئے وسیلۂ عظمیٰ ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

---

[1] خاکسار اس حصۂ مضمون و حصہ جرح کی نگارش میں مفتی سید عبداللطیف صاحب استاد جامعہ عثمانیہ کے مشورہ کا دل سے ممنون ہے۔ اگر وہ مشورہ نہ ہوتا تو حق یہ ہے کہ حق بحث اس جامعیت سے ادا نہ ہوتا شروانی

قاضی ابو یوسف

یعقوب بن ابراہیم ابو یوسف القاضی شاگرد ابو حنیفہ۔ نسب یہ ہے ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بحیر بن المعاویۃ الانصاری (حضرت) سعدؓ صحابی ہیں، اُن کی ماں حبتہ صحابیہ۔ سعد احد کے دن (حضرت) رافع بن خدیجؓ اور حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ملاحظہ میں پیش ہوئے، کم سنی کی وجہ سے بھرتی نہیں ہوئے۔

تحصیلِ علم | ابو یوسف ۱۱۳ھ میں پیدا ہوئے، گھر مفلس تھا، حدیث[1] اور فقہ کی تحصیل کا شوق تھا، حدیث کی روایت منجملہ دیگر مشائخ کے یحییٰ بن سعید الانصاری سلیمان الاعمش، ہشام بن عروہ، عطا بن السائب لیث بن سعد سے کی محمد بن حسن احمد بن حنبل یحییٰ بن معین وغیرہم نے ان سے روایت کی بغداد میں

---

[1] ہشام بن عروہ ابو اسحٰق شیبانی عطا بن السائب اور ان کے طبقے سے سماع حدیث کیا اکثر شیوخ حصین بن عبد الرحمٰن ہیں اُن سے محمد بن حسن احمد بن حنبل، بشر بن الولید یحییٰ بن معین اور بہت لوگوں نے سماعت حدیث کی۔

یحییٰ بن معین کا قول ہے "ابو یوسف صاحب حدیث وصاحب سنۃ تھے" (امام) احمد کا قول ہے ابو یوسف حدیث میں صاحب انصاف تھے، ذہبی کا قول ہے کہ میں نے ابو یوسف اور محمد بن حسن کے حالات علیحدہ کتابوں میں لکھے ہیں، تذکرۃ الحفاظ للذہبی۔

سکونت اختیار کرلی تھی۔

ایک روز ابو حنیفہ کی محفل میں بیٹھے تھے کہ ان کے والد وہاں پہنچے یہ باپ کے ساتھ ہو لئے۔ باپ نے کہا کہ ابو حنیفہ کے قدم پر قدم مت رکھو، ان کو تو پکی پکائی ملتی ہے، تمہیں پیٹ پالنے کی ضرورت ہے۔ انھوں نے یہ سُن کر طلب علم میں کمی کر دی۔ ان کا بیان ہے کہ ابو حنیفہ نے میری جستجو کی، بیٹھ رہنے کے بعد پہلی بار میں ان کے پاس پہنچا تو پوچھا آنا کیوں چھوڑ دیا؟ میں نے کہا کہ پیٹ کی فکر اور باپ کی فرماں برداری کی وجہ سے، یہ کہہ کر میں بیٹھ گیا آدمی چلے گئے، تو ایک تھیلی مجھ کو دی اور کہا اس کو خرچ کرو، جب ختم ہو جائے تو اطلاع کرنا، پڑھنا مت چھوڑو۔ میں نے دیکھا تو سَو درم تھے اب میں نے پابندی سے پڑھنا شروع کیا، چند روز کے بعد سَو درم اور عنایت ہوئے، حالانکہ میں نے اشارۃً بھی ختم ہونے کا ذکر نہیں کیا تھا۔ اسی طرح بے طلب عنایت ہوتی رہی، یہاں تک کہ میں آسودہ حال ہو گیا۔ ایک روایت کے بموجب باپ نے چھوٹا چھوڑا تھا، ماں درس سے اٹھا لے جاتی تھیں۔ ایک روز ابو حنیفہ نے اُن سے کہا نیک بخت! جا یہ علم سیکھ کر فالودہ روغن پستہ کے ساتھ کھائے گا یہ سُن کر وہ بڑبڑاتی ہوئی چلی گئیں جب قاضی القضاۃ ہو گئے تو ایک بار خلیفہ ہارون رشید کے دستر خوان پر فالودہ پیش ہوا۔ خلیفہ نے اُن سے کہا یہ کھاؤ، یہ روز روز نہیں تیار ہوتا ہے۔ پوچھا امیر المومنین کیا ہے؟ کہا فالودہ اور روغن پستہ۔ یہ سن کر ابو یوسف ہنس پڑے۔

خلیفہ نے پوچھا کیوں ہنسے؟ کہا بخیر! امیر المومنین کو اللہ تعالیٰ زندہ و سلامت رکھے۔ ہارون الرشید نے اصرار کیا تو انہوں نے واقعہ بالا بیان کیا۔ سن کر خلیفہ کو حیرت ہوئی اور کہا علم دین و دنیا میں عزت دیتا ہے، اللہ تعالیٰ ابوحنیفہ پر رحمت فرمائے وہ عقل کی آنکھوں سے وہ کچھ دیکھتے تھے جو ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتا۔

امام اعظم کی صحبت میں

سترہ برس تک ابوحنیفہ کی صحبت میں حاضر رہے ایک بار اس زمانہ میں سخت بیمار ہو گئے، امام صاحب نے آکر دیکھا تو واپسی میں اُن کے دروازے پر متفکر کھڑے ہو گئے، کسی نے سبب پوچھا، تو کہا یہ جوان مر گیا تو زمین کا سب سے بڑا عالم اٹھ جائے گا۔

ابو یوسف کا قول ہے کہ دنیا میں کوئی چیز مجھ کو ابوحنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ کی مجلس سے زیادہ محبوب نہ تھی، ابوحنیفہ سے بڑھکر فقیہ اور ابن ابی لیلیٰ سے اچھا قاضی میں نے نہیں دیکھا۔

خطیب کا قول ہے کہ ابوحنیفہ کے شاگردوں میں دو شاگرد سب سے زیادہ ممتاز تھے، ابو یوسف اور زفر۔ عمار کا قول ہے کہ ابوحنیفہ کے شاگردوں میں ابو یوسف کی مثال نہ تھی، اگر وہ نہ ہوتے تو نہ کوئی ابوحنیفہ کو جانتا، نہ ابن ابی لیلیٰ کو۔ وہی تھے جنھوں نے ان کا علم پھیلایا اور اُن کے اقوال کو دور دور پہنچایا۔ طلحہ کا قول ہے ابو یوسف کی شان مشہور، علم و فضل بلند تھا، ابوحنیفہ

کے شاگرد تھے۔ فقہ میں اپنے معاصرین میں سب سے بڑھ کر اُن سے بڑھ کر اُن کے زمانے میں کوئی نہ تھا علم وحکمت و ریاست و قدر میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے، وہ پہلے شخص ہیں، جنہوں نے ابوحنیفہ کا علم زمین کے کناروں تک پہنچا دیا، اصول فقہ کی کتابیں لکھیں، مسائل کا نشر املا کے ذریعے سے کیا۔

ایک بار اعمش نے اُن سے ایک مسئلہ دریافت کیا، جواب سُن کر کہا، یہ کہاں سے کہتے ہو، کہا فلاں حدیث سے جو آپ سے روایت کی ہے۔ اعمش نے ہنس کر کہا کہ یہ حدیث مجھ کو اس وقت سے یاد ہے کہ تمہارے باپ کی شادی بھی نہ ہوئی تھی، معنی اُس کے آج معلوم ہوئے۔

امام مزنی سے کسی نے اہلِ عراق کی بابت پوچھا ابوحنیفہ کی بابت کہا "سیدہم" اُن کے سردار، ابویوسف کی بابت کہا اتبعھم للحدیث اُن میں سب سے زیادہ حدیث کے پیرو، محمد بن حسن سب سے زیادہ مسائل اخذ کرنے والے، زفر سب سے زیادہ قیاس میں تیز۔

ہلال بن یحییٰ کا قول ہے کہ ابویوسف تفسیر، مغازی، ایامِ عرب کے حافظ تھے، فقہ اُن کے علوم میں اقل العلوم تھی۔

ایک بار ابوحنیفہ کے سامنے ابویوسف اور زفر نے کسی مسئلے پر بحث کی ظہر تک جاری رہی، اور ایک دوسرے کی دلیل کو رد کرتا رہا، ظہر کے وقت ابوحنیفہ نے زفر کی ران پر ہاتھ مار کر کہا، جس شہر میں ابویوسف ہوں اُس کی ریاست

کی ہوس مت کرو۔

ایک بار ابو حنیفہ نے اپنے شاگردوں کی بابت کہا یہ چھتیس مرد ہیں، اُن میں سے اٹھارہ عہدۂ قضا کی اہلیت رکھتے ہیں چھ فتویٰ دینے کی، دو ایسے ہیں جو قاضیوں کو پڑھا سکتے ہیں، یہ کہکر ابو یوسف اور زفر کی طرف اشارہ کیا۔

ایک بار ابو حنیفہ نے جو فراست میں ممتاز تھے، داؤد طائی سے کہا کہ تم عبادت کے ہو رہو گے، ابو یوسف سے کہا تم دنیا کی طرف مائل ہو گے، اسی طرح زفر وغیرہ کی نسبت رائے ظاہر کی جو کہا تھا واقعات نے وہی ثابت کیا۔

لطیفہ:۔ ایک شخص ابو یوسف کی صحبت میں خاموش بیٹھے رہتے تھے ایک بار انھوں نے کہا تم بولتے کیوں نہیں کہا بہت اچھا، روزہ کب افطار کرنا چاہئے کہا جب آفتاب غروب ہو، بولے اگر آفتاب آدھی رات تک غائب نہ ہو تو؟ یہ سن کر ابو یوسف ہنس پڑے اور کہا تمہارا خاموش رہنا ہی اچھا تھا، تمہاری زبان کھلوا کر میں نے خطا کی۔

عہدۂ قضا | خلیفہ ہادی نے ۱۶۶ھ میں بغداد کا قاضی مقرر کیا، ہارون الرشید نے اپنی خلافت میں بحال رکھا، اسلام میں وہ اوّل شخص ہیں، جو قاضی القضاۃ[1] ہوئے، سترہ برس تک قاضی القضاۃ رہے۔

---

[1] ابن عبدالبر کا قول ہے میرے علم میں کوئی ایسا قاضی سوائے ابو یوسف کے نہیں ہے جس کا حکم مشرق سے مغرب تک سارے آفاق میں رواں رہا ہو (شذرات الذہب لابن عماد الحنبلیؒ)

اُن کے قاضی ہونے کے عہد میں ایک بار امیر المومنین ہادی کے ایک باغ پر کسی نے اُن کی عدالت میں دعویٰ کیا، بظاہر خلیفہ کا پہلو زبردست تھا، مگر واقعہ اُس کے خلاف تھا۔ امیر المومنین نے کسی موقع پر اُن سے پوچھا کہ تم نے فلاں باغ کے معاملے میں کیا کیا؟ جواب دیا، مدعی کی درخواست یہ ہے کہ امیر المومنین کی حلفیہ شہادت اس پر لیجائے کہ اُن کے گواہوں کا بیان سچا ہے۔ ہادی نے پوچھا کیا اُن کی یہ درخواست واجبی ہے؟ جواب دیا کہ ابن ابی لیلیٰ کے فیصلے کے مطابق صحیح ہے۔ خلیفہ نے کہا اس صورت میں باغ مدعی کو دلا دو۔ یہ ابو یوسف کی ایک تدبیر تھی۔

وفات | ۵ ربیع الاول یا ربیع الآخر باختلافِ قولین ۱۸۲ھ میں انتقال کیا۔ انتقال کے وقت انہتر [۶۹] برس کی عمر تھی۔

وفات کے وقت کہا کاش میں اُس فقر کی حالت میں مرتا جو شروع میں تھی، اور قضا کے کام میں نہ پھنستا، خدا کا شکر ہے اور اس کی یہ نعمت ہے کہ میں نے قصداً کسی پر ظلم نہیں کیا، اور نہ ایک فریقِ معاملے کی دوسرے کے مقابلے میں پروا کی، خواہ وہ بادشاہ تھا یا بازاری۔ وفات کے وقت یہ قول بھی منقول ہے، بار الہا! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے کسی فیصلے میں جو تیرے بندوں کے درمیان کیا خود رائی سے کام نہیں لیا، تیری کتاب اور تیرے رسول کی سنت کی پیروی کی کوشش کی، جہاں مجھ کو اشکال پیش آیا، ابو حنیفہ کو

اپنے اور تیرے درمیان میں واسطہ کیا، اور واللہ وہ میرے نزدیک اُن لوگوں میں تھے، جو تیرے حکم کو پہچانتے تھے، اور کبھی جانکر حق کے دائرے سے نہیں نکلتے تھے۔ یہ بھی موت کے وقت ان کی زبان پر تھا، بارالہا! تو جانتا ہے کہ میں نے جانکر حرام نہیں کیا اور نہ جان کر کوئی درہم حرام کا کھایا۔

اُن کی علالت کے دوران میں معروف کرخی نے اپنے ایک رفیق سے کہا کہ میں نے سنا ہے، ابو یوسف زیادہ علیل ہیں، تم اُن کی وفات کی خبر مجھ کو دینا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں دارالرقیق کے دروازہ پر پہنچا، تو ابو یوسف کا جنازہ نکل رہا تھا۔ دل میں کہا کہ اب معروف کرخی کو خبر کرنے جاتا ہوں تو نماز جنازہ نہ ملے گی، چنانچہ نماز میں شریک ہو کر اُن کے پاس پہنچا اور خبر وفات سنائی، اُن کو سخت صدمہ ہوا، بار بار انا للہ پڑھتے تھے۔ میں نے کہا یا ابا محفوظ! آپ کو نماز جنازہ میں شریک نہ ہونے کا اس قدر صدمہ کیوں ہے؟ کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہوا ہوں دیکھتا ہوں کہ ایک محل تیار ہوا ہے، اس کا بالائی حصہ مکمل ہو چکا، پردے آویزاں کر دیئے گئے، غرض ہر طرح پورا ہو چکا، میں نے پوچھا یہ کس کے لئے تیار ہوا ہے، لوگوں نے کہا ابو یوسف کے واسطے، میں نے کہا یہ مرتبہ انھوں نے کیوں کر پایا، جواب ملا اچھی تعلیم دینے اور اُس کے شوق کے صلے میں اور لوگوں نے جو اذیت پہنچائی اُس کے صلے میں۔

شجاع بن مخلد کا قول ہے کہ ہم ابو یوسف کے جنازے میں شریک ہوئے،

عباد بن العوام بھی ہمارے ساتھ تھے، میں نے اُن کو یہ کہتے سُنا کہ اہلِ اسلام کو چاہیے کہ ابو یوسف کی وفات پر ایک دوسرے کے ساتھ تعزیت کریں[1]۔

وفات سے پہلے کہتے تھے کہ سترہ برس ابو حنیفہ کی صحبت میں رہا، سترہ برس دنیا کے کام میں رہ چکا، میرا گمان ہے کہ اب میری موت قریب ہے۔ اس قول کے چند مہینے کے بعد وفات پائی۔

ان کے بیٹے یوسف غربی بغداد کے قاضی تھے۔

مناقب و جرح ابن کامل کا قول ہے کہ یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل، اور علی مدینی اُن کے ثقہ فی النقل ہونے پر متفق ہیں۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ ابو یوسف اصحابِ حدیث کی جانب مائل تھے، اور اُن کو دوست رکھتے تھے اور میں نے اُن سے حدیثیں لکھی ہیں۔ امام احمد بن حنبل کا قول ہے کہ حدیث میں میرے پہلے استاد ابو یوسف ہیں، اُن کے بعد میں نے اوروں سے حدیث لکھی۔ ابن مدینی کا قول ہے کہ ابو یوسف صدوق تھے۔

---

[1] خلیفہ ہارون الرشید جنازہ کے آگے آگے چلتے تھے نماز جنازہ خود انہوں نے پڑھائی، مقابر قریش میں ام جعفر زبیدہ کی قبر کے پاس دفن کیا۔ محمد بن جعفر کا قول ہے ابو یوسف کی شان مشہور فضل ظاہر تھا، اپنے زمانے میں سب سے زیادہ فقیہ تھے، اُن سے بڑھکر کوئی نہ تھا۔ علم، حلم، ریاست، قدر و جلالت میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ العبر میں لکھا ہے ابو یوسف جواد اور سخی تھے ابو حاتم کا قول ہے ان کی حدیث لکھی جائے۔ انتہی ابن اہدل کا قول ہے کہ اکثر علماء ابو یوسف کی فضیلت و عظمت کے قائل ہیں۔
ابن عبد البر کا قول ہے ابو یوسف فقیہ عالم حافظ تھے کثیر الحدیث (شذرات الذہب لابن عماد الحنبلی رحم)

خطیب بغدادی نے اپنا مورخانہ فرض امام ابو یوسف کے حالات میں بھی جرح کے متعلق ادا کیا ہی اور متواتر روایتیں جرح کی نقل کی ہیں، اسی کے ساتھ اثنائے بیان میں بعض جرحوں کا جواب بھی دیا ہے۔ جرح سب کی سب غیر مفسر اور غیر مبین السبب ہیں۔ موادِ جرح وہی ہے جو امام اعظم اور امام محمد کی نسبت جرحوں کا ہے، یعنی مرجئی ہونا وغیر ذالک۔ مذکور الصدر دونوں اماموں کے ذکر میں اس پر جو بحث مجمل و مفصل ہو چکی وہی یہاں بھی کی جا سکتی ہی، اعادہ تحصیل حاصل، یا لاحاصل۔ متاخرین ائمہ رجال نے امام ابو یوسف کے متعلق بھی جرح متروک کر دی ہے، صرف مناقب و تعدیل لکھی ہی۔

مثلاً دیکھو تذکرۃ الحفاظ امام ذہبی اور شذرات الذہب ابن عماد الحنبلیؒ

متقدمین میں سے امام ابن قتیبہ نے معارف میں نہ امام اعظم پر جرح کی ہی اور نہ ابو یوسف پر حالانکہ دوسرے رجال پر جرح کرتے ہیں۔

نیاز نشان حبیب الرحمن

حبیب گنج ۲۰ جمادی الآخر ۱۳۵۵ھ